www.paksociety.com

مکمل ناول

ان چاروں کے جوتوں کی چاپ سے لکڑی کا فرش چرچرانے لگا تھا۔ کشیدہ کاری کے فریم میں جڑے چار سوئی کے میز پوش پر کاسنی دھاگے سے پھول کاڑھتی صالحہ کو ان چاروں کی آمد کا احساس ہوا تو انہوں نے مسکرا کر ہاتھ میں پکڑا فریم گول میز پر رکھ دیا۔ وہ چاروں حسب معمول کسی بات پر بحث میں مگن تھے اور سیڑھیاں چڑھ کر چھوٹے سے ڈائننگ روم کی کرسیوں پر ہی بیٹھ گئے تھے۔ کھانے کے کمرے سے متصل نشست گاہ سے اٹھ کر صالحہ ڈائننگ روم میں داخل ہوئیں تو اس روز کے پرچے پر ان چاروں کی بحث زور و شور سے جاری تھی۔

"میں شرط لگا کر کہہ سکتا ہوں کہ اس "چواین لائی" نے اوریجنل سوال نامہ اپنے پاس رکھ لیا ہوگا' یہ پرچہ کسی طور بھی بورڈ آف ڈائریکٹرز کے کسی ممبر کا بنایا ہوا نہیں تھا۔" وہ معاذ تھا جو میز پر ہاتھ مار کر بلند آواز میں دعوا کر رہا تھا۔

"چواین لائی کی راتیں تو چوہے اور مینڈک بھونتے گزر جاتی ہوں گی' پرچہ بدلنے کی فرصت اسے کہاں ملی ہوگی۔" رائنہ میز پر بازو ٹکائے اس پر سر رکھے مایوسی کے عالم میں بول رہی تھی۔ یقیناً" اس کا پرچہ خاصا

عنزہ سید

# خواب حکیت جزیرہ

visit for more novels
www.urdunovelbank.com
Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

خراب ہوا تھا۔

"کمینہ' اپنی نالائقیوں کا بدلہ ہم غریب اسٹوڈنٹس سے لیتا ہے۔" ظفر پانی کے گھونٹ کے ساتھ پیپر کی خرابی کی تلخی بھی حلق سے اتارنے کی کوشش میں مصروف تھا۔

"مگر اس ساری بحث میں ایک پوائنٹ پر تو تم لوگوں نے غور ہی نہیں کیا۔" ڈائننگ ٹیبل پر رکھی شیشے کی سبز رنگ کی بوتل میں لگے منی پلانٹ کے پتوں کی سطح پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ایبک کھوئے کھوئے انداز میں بولا تھا۔

صالحہ بازو سینے پر باندھتے ہوئے ایبک کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اب یہ کون سا الزام اس غریب پروفیسر شمیم پر لگانے والا تھا جسے اس کی چپٹی ناک کی وجہ سے ان سب نے چواین لائی کا خطاب دے رکھا تھا۔

"پیپر میں کوئی ایک سوال بھی سلیبس سے باہر نہیں تھا۔ کچھ بھی ایسا نہیں تھا جو پڑھایا نہ گیا ہو۔" ایبک ارشاد فرما رہا تھا۔

"لیکن اس انداز میں تو نہیں پڑھایا گیا تھا نا جس طرح سوال پوچھے گئے۔" ظفر جو اس انتظار میں تھا کہ ایبک جانے کیا انکشاف کرنے والا تھا جھلا کر بولا۔

"چواین لائی نے اگر کچھ بدلا ہے تو سوالوں کا انداز بدلا ہے۔ ورنہ پیپر یقیناً فاروق جمال نے بنایا ہے میں پورے یقین سے کہہ سکتا ہوں۔"

"اووو۔۔۔" باقی تینوں نے حلق سے عجیب سی آوازیں نکالتے ہوئے ایبک کو تمسخر اڑانے والے انداز میں دیکھا۔

"میں سمجھا ـــــ نہیں کون سا انکشاف کرنے والا ہے صاحبزادہ۔" معاذ نے سر جھٹکا۔

"وزڈم کی تیرے ہاں ذرا سی بھی کمی نہیں ہے ایبک خان!" اس نے سراہنے کے انداز میں ایبک کو دیکھا۔ "تیرے وزڈم کو سلیوٹ کرتا ہوں۔" وہ دایاں ہاتھ ماتھے تک لے گیا۔

"کبھی غرور نہیں کیا۔۔۔" جواب میں ایبک قیس کے شانے سے نادیدہ گرد جھاڑتے ہوئے شان بے نیازی سے بولا تھا۔

"اپنی وزڈم کو اپنے تک ہی رکھا کرو۔" میز سے سر اٹھاتے ہوئے رائنہ نے اکتائے ہوئے انداز میں ایبک کی طرف دیکھا۔ "یہاں پاسنگ مارکس کے لالے پڑے ہوئے ہیں اور یہ ہے کہ چواین لائی اور فاروق جمال کے سر سے الزامات کا بوجھ اتارنے کے پیچھے پڑ گیا ہے۔"

"کیا یار۔۔۔" ظفر کے لہجے میں دکھ ابھرا۔ "کیسی فضول زندگی ہے۔ پڑھ پڑھ کر کھپ کھپ کر مر جاؤ۔۔۔ آخر میں پیپر کیسا ہوا۔۔۔؟ وہی نارمل۔۔۔ اونہہ۔" اس نے سر جھٹکا۔

"آ گئے تم لوگ۔" چاروں کو اس قدر دکھی اور مایوس دیکھ کر صالحہ گلا کھنکھارتے ہوئے آگے بڑھیں۔

"السلام علیکم آنٹی!" صالحہ کو دیکھ کر ظفر' معاذ اور رائنہ سیدھے ہو کر بیٹھتے ہوئے بولے۔

"السلام علیکم ماما!" ایبک نے آگے بڑھ کر ان کی پیشانی چومی۔

"وعلیکم السلام!" وہ مسکرا کر بولیں اور میز پر رکھی سب کی کتابیں سمیٹنے لگیں۔

"کیسا ہوا پرچا۔" مصروف انداز میں پوچھتے ہوئے انہوں نے کن اکھیوں سے چاروں پر نظر ڈالی' اگرچہ وہ پرچے کا احوال سن چکی تھیں' لیکن ان سب سے اپنے سوال کا جواب چاہتی تھیں۔

"میں تو پکا فیل۔۔۔" معاذ نے ہاتھ اٹھاتے ہوئے اعتراف کیا۔

"میں (edge) کنارے پر پاس ہو جاؤں شاید۔۔۔" ظفر نے خوش امید بننے کی کوشش کی۔

"میرا تو سمجھیں' پورا سیمسٹر ہی گیا۔" رائنہ نے کھڑے ہو کر اپنا سویٹر نیچے کھینچا اور یوں ہاتھ جھاڑے جیسے فیل ہونے کے بعد پڑھائی کا قصہ ہی ختم کرنے کا ارادہ ہو۔

WWW.PAKSOCIETY.COM



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"اوہ! افسوس ہوا سن کر۔" باری باری ان تینوں کے چہرے دیکھتے ہوئے ہونٹ سکیڑ کر ہمدردی ظاہر کی۔

"اور تم؟" اب ان کی نظر اپنے ہونہار سپوت پر تھی۔

"پاس ہو جاؤں گا۔" وہ میز پر رکھی پھل کی ٹوکری میں سے سیب نکال کر اچھالتے ہوئے بولا۔ "اگر۔" پھر اس نے رک کر ان کی طرف دیکھا۔ "چواین لائی نے ریلیٹو مارکنگ کی تو۔"

"ریلیٹو مارکنگ۔" معاذ نے زیر لب دہرایا۔ "وہ تو وہ کرے گا نہیں، تم یہ کیوں نہیں کہتے کہ پاؤں لڑا کر پاس ہو ہی جاؤ گے۔" وہ ایبک کی طرف بپھرے ہوئے انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"اچھا چلو چھوڑو۔" صالحہ نے تسلی دینے کی غرض سے کہا۔ "جو ہوا، اسے بھول جاؤ اب اگلے پیپر کی طرف دھیان دو اور ہاں ابھی تو ایسا کرو، کھانا کھاؤ، میں نے چکن فرائیڈ رائس بنائے ہیں، کھاؤ گے نا؟"

اور کھانے کا نام سن کر ان چاروں کو واقعی پرچے کا غم بھول گیا تھا۔

"کیوں نہیں، کیوں نہیں۔" رائنہ سویٹر کے بازو چڑھا کر ان کے پیچھے کچن میں چلی آئی اور باقی تینوں ٹیبل پر رکھی فالتو چیزیں اٹھانے میں مصروف ہو گئے۔

☼ ☼ ☼

"خیر چواین لائی اتنا بھی راکھشش نہیں جتنا ہم اسے سمجھتے ہیں۔" گرم چاولوں کا چمچہ بھر کر منہ میں ڈالتے ہوئے معاذ نے کہا۔

"دھمکیاں دیتا ہے صرف، آخر میں اس نے سب کو ہی پاس کر دینا ہے۔" ظفر نے بھی معاذ کی تائید کرنے کی کوشش کی۔

"ایبک ٹھیک ہی کہہ رہا تھا، برے پیپر دیکھے گا تو ریلیٹو مارکنگ پر مجبور ہو جائے گا۔" رائنہ نے چاولوں پر دہی پودینے کی چٹنی ڈالتے ہوئے کہا۔

"اوپر والوں کو اچھا رزلٹ نہیں دے گا تو خود بھی تو نوکری سے جائے گا نا۔" یہ شدید بھوک میں گرما گرم لذیذ کھانا مل جانے کا اثر تھا یا واقعی وہ پرچے کے فوراً بعد والے صدمے سے نکل آئے تھے، ان کی گفتگو مثبت ہونے لگی تھی۔

صالحہ نے ان چاروں کو ہنستے مسکراتے، کھانا کھاتے اور باتیں کرتے ہوئے دیکھا اور انہیں ان چاروں پر بے حد پیار آیا۔ وہ چاروں بچپن کے دوست تھے۔ صالحہ کی نظروں کے سامنے پلے بڑھے تھے۔ بچپن کی دوستی گزرتے وقت کے ساتھ ترقی کرتے ہوئے جوان ہو چکی تھی، لیکن اتفاق کی بات تھی کہ وہ چاروں اب تک ایک دوسرے کے ساتھ تھے۔ اس چھوٹے سے پہاڑی علاقے کو چائے کے باغات اگانے کی ایک کمپنی کے ملازمین نے بسا رکھا تھا۔ مقامی باشندوں کی بستی سے ہٹ کر ان ٹی پلانٹرز کی بستی تھی جس کے زیادہ تر رہائشی کمپنی کے ملازم تھے۔

صالحہ کے سسر اس کمپنی کے بانیوں میں سے ایک


ابن انشاء کی شخصیت اور علمی و ادبی خدمات پر

ڈاکٹر ریاض احمد ریاض کا تحریر کردہ مقالہ

ابن انشاء

احوال و آثار

قیمت: -/1200 روپے

ڈاک خرچ: -/50 روپے

منگوانے کا پتہ:

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 32735021


WWW.PAKSOCIETY.COM



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھے۔ انہیں دوران ملازمت یہ گھر رہائش کے لیے ملا تھا۔ کمپنی کی ملازمت سے ریٹائر ہونے کے بعد انہوں نے اسی علاقے میں مستقل رہائش کا فیصلہ کرتے ہوئے اس گھر کی ملکیت کمپنی سے خرید لی تھی۔ سرک نین کی ترچھی چھتوں سے ڈھکے اس گھر کے کمروں کے فرش لکڑی کے بنے تھے اور کہیں کہیں دیواروں پر بھی لکڑی کا کام تھا۔ ساس سسر اور شوہر کی وفات کے بعد صالحہ اپنے دونوں بیٹوں اورنگ زیب اور ایبک کے ساتھ گھر کی بالائی منزل پر رہ رہی تھیں۔ ان کے شوہر نے بھی کمپنی کی ملازمت کے دوران ہی وفات پائی تھی۔

کمپنی کے مالکان صالحہ کو اسی وجہ سے خصوصی عزت و احترام سے نوازتے تھے۔ باپ کی وفات کے بعد اورنگ زیب کو کمپنی میں ملازمت بھی اسی احترام کی وجہ سے مل گئی تھی۔ سسر کے چھوڑے بینک بیلنس، شوہر کی وفات کے بعد ملنے والے فنڈز اور اورنگ زیب کی تنخواہ کے باعث صالحہ کا شمار اس بستی کے معززین میں ہوتا تھا اور "معزز" ہونے کا یہ اعزاز سب سے زیادہ ایبک کے کام آتا تھا۔ جس وقت صالحہ، عبدالرحمٰن کی دلہن بن کر اس بستی میں آئی تھیں تب یہ علاقہ کم آباد تھا اور سہولتیں ناکافی تھیں، لیکن وقت گزرنے کے ساتھ اب یہاں ایک اچھا میڈیکل سینٹر، اسکول اور کالجز بھی بن چکے تھے۔ قریبی علاقے میں پاکستانی فوج کی چھاؤنی بن جانے کی وجہ سے یہاں سہولتوں میں اضافہ ہوتا چلا گیا تھا۔

ایبک، صالحہ کے دونوں بیٹوں میں دوسرے نمبر پر تھا۔ زندہ دل، خوش مزاج، خوش شکل۔ ایبک کو بچپن سے ہی پڑھنے اور ہر میدان میں آگے رہنے کا شوق تھا۔ اسکول اور کالج میں بھی پڑھائی میں اول رہنے کے ساتھ ساتھ وہ غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی سب سے آگے رہتا تھا۔ اس کی یہ عادت اب تک قائم تھی، تب ہی جو پرچہ اس کے باقی تینوں دوستوں کے خیال میں مایوس کن ہوا تھا۔ وہ اس میں اچھے نمبر لینے کے لیے پُرامید تھا۔

ظفر، رائنہ اور معاذ صالحہ کے گھر یوں آتے جاتے تھے جیسے یہ ان کا اپنا ہی گھر ہو۔ یہاں انہیں اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے کی وہی آزادی ملتی تھی جو انہیں اپنے گھروں میں میسر تھی، بلکہ ظفر کے بقول یہاں اسے اپنے گھر سے بھی زیادہ آزادی حاصل تھی۔ صالحہ کو ان تینوں بچوں کا یہاں آنا بہت پسند تھا۔ ان کے آنے سے ان کے اس پہاڑی کا مبیج نما گھر میں رونق اتر آتی تھی۔ اس روز بھی وہ تینوں کھانا کھانے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو واپس جانے کے بجائے شام دیر تک ادھر ہی بیٹھے رہے تھے۔ رائنہ نے کھانے کے بعد برتن سمیٹنے اور دھونے میں صالحہ کی پوری مدد کی تھی۔ اسی دوران معاذ سب کے لیے گرم کافی بنا لایا تھا جب کہ چھوٹی سی نشست گاہ میں بیٹھے ظفر اور ایبک میں پرچے پر بحث جاری تھی۔

"میرا خیال ہے کہ کالج کے فزکس ڈپارٹمنٹ میں صرف چواین لائی کی بطور استاد موجودگی ہم سب کے اعصاب پر سوار ہو چکی ہے۔" ایبک نے کافی کا کپ ہاتھ میں پکڑ کر کھڑکی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے ہوئے خیال ظاہر کیا۔

"مطلب تم کہنا چاہتے ہو، ہم چواین لائی کی شکل دیکھتے دیکھتے بوریت کا شکار ہو چکے ہیں۔" رائنہ نے اسی کھڑکی سے باہر جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"اوف۔ دیکھو تمہاری کزن ابھی تک کتاب ہاتھ میں لیے رٹے مارنے میں مشغول ہے۔" اس کی نظر گھر کے نچلے پورشن کے پچھلے صحن میں بیٹھی سطوت پر پڑی۔

"ہوں!" ایبک نے بھی کھڑکی سے نیچے جھانکا۔ "رٹے پر بڑا زور ہے اس کا تب ہی ایک کلاس میں دو، دو سال لگاتی ہے۔"

"ارے اس کا مطلب یہ تو بہت کم عمر ہے ابھی، ہے نا۔" رائنہ اونچی آواز میں ہنسی۔

"ظاہر ہے یہ اس کلاس سے تقریباً" چار درجے پیچھے ہے جس میں اسے ہونا چاہیے اس لحاظ سے تو اس کی ظاہری عمر کچھ بھی نہ ہوئی۔ ہے نا۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس نے تمسخر اڑاتے انداز میں ایک بار پھر نیچے بیٹھی سطوت کی طرف دیکھا اور پھر قریبی صوفے پر بیٹھ گئی۔ ایبک نے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے ایک نظر نیچے ڈالی' سطوت رٹے لگانا چھوڑ کر اوپر دیکھ رہی تھی۔ یقیناً" رائنہ کی آواز اس کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ اس کی نظروں میں شکوہ تھا اور وہ زخمی تھیں۔ ایبک نظر چرا گیا۔ اچانک اس کے دل میں اس تکلیف کا احساس ہوا جو اپنے بارے میں ایبک اور رائنہ کی گفتگو سن کر سطوت کے دل میں اٹھی ہوگی۔ اسے افسوس ہونے لگا' کسی کے بارے میں فضول اور بے مقصد خیالات کا اظہار کرنا ہی نہیں چاہیے۔ وہ خود سے ناراض ہوتا کھڑکی کے قریب سے ہٹ گیا۔

"ایبک! ظفر اور معاذ اپنا اپنا راستہ کہاں بدلتے رہیں گے' رائنہ کو تم گھر چھوڑ آؤ۔" صالحہ نے ظفر اور معاذ کو واپس جانے کے لیے اٹھتے ہوئے دیکھ کر ایبک سے کہا۔

"یہ ہی خود چلی جائے' میں کہاں اسے ڈھوتا پھروں گا۔" اس نے کافی کا خالی کپ ٹیبل پر رکھا۔

"اُفوہ ایبک! تم جانتے بھی ہو' وہ اکیلی نہیں جاسکتی' جاؤ شاباش چھوڑ آؤ۔" صالحہ نے نرمی سے کہا۔

"جن لڑکیوں کو لڑکوں کے ساتھ دوستی کرنے اور ان کے ساتھ گھومنے پھرنے کا شوق ہوتا ہے' انہیں چاہیے کہ ایسے موقعوں پر لڑکی نہ بن جایا کریں۔" ایبک نے رائنہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "بے چاری اکیلی نہیں جاسکتی۔۔۔" وہ منہ بنا کر باریک آواز نکالتے ہوئے بولا۔

"ویسے بھی تمہاری یہ جینز اور سویٹر دیکھ کر تمہیں کوئی لڑکی سمجھے گا ہی نہیں' ایسا کرو ایبک کا ہیلمٹ پہنو اس کی بائیک پکڑو اور چلی جاؤ گھر' فکر نہ کرو' تمہیں کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔" معاذ نے ایبک کا ساتھ دیا۔

"تم تینوں کا مسئلہ یہ ہے کہ تم تینوں جی بھر کے کمینے ہو۔" رائنہ نے باری باری تینوں کو گھورتے ہوئے کہا۔ وہ تینوں زیر لب مسکرا رہے تھے۔ "جب پیپر سے فارغ ہونے کے بعد میں نے کہا تھا میں گھر جا رہی ہوں تو کیوں تم تینوں مجھے زبردستی یہاں گھسیٹ لائے تھے۔"

"زبردستی؟ توبہ توبہ۔" ظفر نے کانوں کو ہاتھ لگایا۔ "خود ہی آنسوؤں کے ساتھ رو رہی تھیں پیپر خراب ہونے پر' ہم نے تو ازراہ ہمدردی کہا تھا ہمارے ساتھ ایبک کے گھر چلو' تم نے کیوں اپنی تشریف کا ٹوکرا فوراً" تیار کرلیا تھا' نہ کرتیں۔"

"آنٹی! آپ سن رہی ہیں نا!" رائنہ نے صالحہ کی طرف دیکھا۔

"بک بک بند کرو تم تینوں۔" صالحہ نے تینوں کو گھرکا۔ رائنہ نے تینوں کو آنکھ سے اشارہ کرتے ہوئے چڑایا۔ "ایبک! شرافت سے بائیک کی چابی پکڑو اور اسے گھر چھوڑ کر آؤ' اندھیرا بڑھنے لگا ہے۔" صالحہ نے ایبک کی طرف دیکھا۔

"جا رہا ہوں ماما۔" ایبک نے مصنوعی بے زاری سے کہا اور بائیک کی چابی اور ہیلمٹ اٹھالیا۔ "چلو اٹھو مرو۔۔۔ آگے لگو۔" اس نے نیچی' مگر سخت آواز میں دانت پیستے ہوئے رائنہ سے کہا۔

"تو یہ محترمہ اس وقت بالٹیوں میں پانی بھر رہی ہیں۔" جس وقت وہ رائنہ کو بائیک پر پیچھے بٹھائے بائیک کمپاؤنڈ سے باہر نکال رہا تھا رائنہ کی نظر باؤنڈری وال سے اندر آتے کمپنی کے سپلائی پائپ سے بالٹیوں میں پانی بھرتی سطوت پر پڑی۔ "یہ ہر کام دیر سے کیوں کرتی ہے۔ لگتا ہے بہت کاہل ہے۔"

"اس کا کام ہے' جب مرضی کرے ہمیں کیا۔" ایبک نے بائیک اسٹارٹ کرتے ہوئے کہا۔

اور جب وہ رائنہ کو گھر چھوڑ کر واپس آیا تھا تو وہ پانی کی آخری بھاری بالٹی اپنے گھر لے جا رہی تھی۔ ایبک نے بائیک سیڑھیوں کے نیچے کھڑی کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ اس نے سرخ شال اوڑھ رکھی تھی اور اس کا چہرہ بھی سردی کی وجہ سے سرخ ہی ہو رہا تھا اور یقیناً" وہ سردی کی شدت کی وجہ سے کانپ بھی رہی تھی۔ وہ اپنا اونی مفلر ٹھیک کرتا ہوا اوپر جاتی لکڑی کی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

☼ ☼ ☼

"آخری دونوں پیپر واقعی ٹف ہیں' بہت زیادہ محنت کرنی پڑے گی۔" اگلے روز ناشتا کرتے ہوئے اس نے صالحہ کو بتایا۔

"پہلے والے آسان تھے کیا؟" اورنگ زیب نے چائے کا گھونٹ پیتے ہوئے پوچھا۔ "ماما بتا رہی تھیں کل تم لوگ خاصے پریشان تھے پرچے کے بعد۔"

"کل والا پرچا۔" وہ مسکرایا۔ "تو بچہ تھا آخری دو کے مقابلے میں۔"

"یار! خوش قسمت ہو تم لوگ' پڑھ رہے ہو' زندگی کا کوئی مقصد سوچ بیٹھے ہو۔" اورنگ زیب نے کہا۔ "جب میں پڑھ رہا تھا تو یہاں یہ سب سہولتیں میسر نہیں تھیں۔"

"ابھی بھی تو اتنی دور جانا پڑتا ہے۔ بائیک چلاتے چلاتے ٹانگیں اور ہاتھ شل ہونے لگتے ہیں۔" ایک نے منہ بنایا۔

"شکر کرو یار پھر بھی بائیک پر ہی سہی پہنچ تو جاتے ہو۔ میری دفعہ تو آگے کی کوئی صورت ہی نہیں تھی سوائے اس کے کہ اسلام آباد جا کر پڑھا جائے اور میں ماما اور تمہیں اکیلا چھوڑ نہیں سکتا تھا۔"

"آپ نے تو سیکری فائس کر لیا' لیکن میں ایسا نہیں کرنے والا۔" اس نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "میں آگے پڑھنے کے لیے اسلام آباد نہیں ملک سے ہی باہر چلا جاؤں گا۔"

"تو تمہیں روک کون رہا ہے۔ جاؤ یار' ضرور جاؤ۔ دنیا ایک سپلور کرو۔" اورنگ زیب مسکرا کر بولا تھا۔

"اچھا۔۔۔ وہ بات تو درمیان ہی میں رہ گئی جس کے لیے ساری تمہید باندھی تھی۔" ایک نے صالحہ کی طرف دیکھا۔ "معاذ اور ظفر ادھر ہی رہیں گے آخری پرچے تک۔ کمبائن اسٹڈیز کا ارادہ ہے۔ آپ سیڑھیوں والا کمرہ صاف کروا دیجیے گا۔"

"اچھا تو وہ بے چاری رائنہ کیا کرے گی' اپنے گھر میں اکیلی پڑھے گی۔" صالحہ کو خیال آیا۔

"کیا کیا جا سکتا ہے' مجبوری ہے۔" ایک نے شانے اچکائے۔

"ویسے رائنہ کے پیپرز جتنے لیول ہیں انہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہونا چاہیے' اس کے بھی یہاں کمبائن اسٹڈیز کے لیے ٹھہرنے پر۔" اورنگ زیب شرارت بھرے انداز میں مسکرایا۔

"ارے بیٹا' خدا کا خوف کرو' دنیا والوں کو باتیں بنانے کا موقع کون دیتا ہے۔" صالحہ ہول کر بولیں۔

"جی نہیں' یہ بھی آپ کی خوش فہمی ہے۔ انہیں دنیا والوں کی باتوں' واتوں سے بھی ڈر' ور نہیں لگتا۔" ایک نے کہا۔ "لیکن یہ بات ذاتی طور پر مجھے خود پسند نہیں کہ رائنہ یہاں ٹھہرے۔"

"گویا اسکینڈل سے بچتے ہو۔" اورنگ زیب نے آنکھیں مارتے ہوئے اسے چڑایا۔

"اسکینڈل بننا ہوتا تو اب تک بن چکا ہوتا۔ روزانہ میرے ہی پیچھے بیٹھ کر کالج تک جاتی ہے' بچہ بچہ واقف ہے یہاں کا اس بات سے۔" ایک نے ذرا بھی اثر نہ لیتے ہوئے کہا۔

"پھر شکر کرو کہ یہاں کا بچہ بچہ بھی بڑا ہی لبرل ہے۔" اورنگ زیب خوش دلی سے بولا۔

"خیر' یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ رائنہ رات تک تم لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر پڑھ لے' پھر اسے گھر چھوڑ آنا۔" صالحہ نے اٹھ کر برتن سمیٹتے ہوئے کہا۔

"اللہ کا واسطہ ہے' یہ تجویز اسے دینے نہ بیٹھ جائیے گا۔" ایک نے ان کے سامنے ہاتھ جوڑے۔ "کون رات گئے اتنی سردی میں اسے اس کے گھر چھوڑتا پھرے گا۔"

"میں۔۔۔ میں چھوڑ آیا کروں گا۔ میری ڈبل کیبن زندہ باد۔" اورنگ زیب نے کھلے دل سے آفر دیتے ہوئے کہا اور نیپکن سے ہاتھ پونچھتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔ اسے آفس جانا تھا۔ صالحہ اور ایک کو خدا حافظ کہہ کر وہ چلا گیا۔

"کتنی بری بات ہے ایک' تم لوگوں کا رویہ رائنہ



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے ساتھ خاصا مخاصمانہ ہے۔ جب کہ وہ تم تینوں کے فائدے کے لیے کتنے پاپڑ بیلتی ہے۔" صالحہ نے ایبک کو گھورا۔

"اوہ پلیز ماما۔ اس کے پاپڑوں کا ذکر نہ ہی کریں تو بہتر ہے۔ اکثر تو پاپڑوں کا آٹا خراب نکلتا ہے یا پھر پاپڑ فرائی ہوتے ہی ٹوٹ جاتے ہیں۔" ایبک ہنسا۔ صالحہ برتن اٹھا کر کچن کی طرف چل دیں۔

"مخاصمانہ رویہ۔" صالحہ کے جانے کے بعد ایبک نے ان کے کہے الفاظ دل میں دہرائے۔

"مخاصمانہ رویہ تو شاید وہ ہے جو ہم نے نچلے پورشن میں رہنے والی چچی اور ان کی بیٹی سے روا رکھا ہوا ہے۔"

دادا کی زندگی میں ہی چچا کا انتقال ہو گیا تھا اور اسے یاد تھا کہ چچا کے بعد چچی کا رویہ گستاخانہ ہونے لگا تھا۔ وہ دادا کی جائیداد میں سے اپنی بیٹی کے لیے حصہ مانگتیں اور ایسا کرتے ہوئے دادا کو ہزار باتیں بھی دیا کرتیں۔ ان کے خیال میں چچا کی بے وقت موت کا سبب دادا کا وہ رویہ تھا جو انہوں نے چچا کے ساتھ اپنی مرضی کی شادی کر لینے کے بعد روا رکھا تھا۔

"آپ نے مجھے اپنے گھر میں اور اپنے بیٹے کی زندگی میں ایک دن کے لیے بھی قبول نہیں کیا۔ اسی بات کا غم سجاد کو کھا گیا اور وہ مجھ جوان بیوی کو بیوہ اور اپنی چھوٹی سی بچی کو یتیم کر گیا۔" وہ نفرت آمیز لہجے میں دادا سے کہتیں۔

جواب میں دادا اکثر انہیں مشورہ دیتے کہ وہ ان کی جائیداد میں سے اپنی بیٹی کے حق کا شرعی حکم کا جائزہ لینے کے بعد ان سے بات کریں۔ اس مشورے پر چچی مزید بھڑکتیں۔ ان کا خیال تھا کہ دادا انہیں اور ان کی بیٹی کو ہر حق سے، ہر چیز سے محروم کرنا چاہتے تھے حتیٰ کہ چچا کے اپنے چھوڑے چند لاکھ روپوں اور تھوڑی سی زرعی زمین سے بھی۔

"آپ تو شرع سے وہ حکم بھی سامنے لے آئیں گے جس میں اولاد نرینہ نہ ہونے کے سبب سجاد کی جائیداد میں آپ کا اور بھائی صاحب کا حق بھی بنتا ہو گا۔" وہ تلملا کر کہتیں۔ "آپ کا بس چلے تو مجھے اور میری بچی کو تین کپڑوں میں ہی دھکے دے کر گھر سے باہر نکال دیں۔" وہ چلا چلا کر کہتیں۔

"شریعت اور احکامات کی کہانیاں سنا کر آپ کوئی مذہبی فرض پورا نہیں کر رہے، بس مذہب کو اپنے حق میں استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ خدا کی مار پڑے آپ کے لالچ پر اور آپ کے اس بڑے بیٹے اور بہو پر بھی۔"

وہ نفرت بھری نظروں سے بابا اور ماما کو دیکھتیں۔

"مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ کو یہ ساری بپتا آپ کی اس بڑی بہو نے پڑھائی ہے، یہ ہی چاہتی ہے کہ میں اپنی بچی سمیت یہاں سے نکل جاؤں اور یہ بلا شرکت غیرے ہر چیز کی مالک بن جائے۔"

ان کے لہجے میں ماما کے لیے نفرت جھلکتی تھی۔

اب یہ شاید ان کے ان طعنوں، کوسنوں اور بددعاؤں کا ہی اثر تھا کہ دادا جو محض ان کے گستاخانہ رویے کی وجہ سے انہیں حقیقت سے روشناس کرانا چاہتے تھے مگر خود پکا ارادہ رکھتے تھے کہ وہ اپنی پوتی کو اس کا حق دیں گے، ایک رات سوتے میں ہی دنیا سے چلے گئے۔

دادا کے بعد چچی، بابا کے سامنے کھڑی ہو گئیں۔ اب وہ پہلے سے بھی زیادہ بپھر چکی تھیں۔ بابا نے ان کے ان ہی تیوروں سے ڈر کر گھر کا نصف حصہ سطوت کے نام کر دیا اور چچا کی زمین کی ملکیت بھی اسی کے نام کروا دی۔ سطوت نابالغ تھی اس کے بالغ ہونے تک چچی اس کی سرپرست تھیں۔

سطوت کے بڑے ہونے سے پہلے ہی چچی زمین فروخت کر کے اس سے ملنے والی رقم اپنے اللوں تللوں میں خرچ کر چکی تھیں۔ اس کے بعد وہ اپنا گزارا کیسے کرتی تھیں، نہ کبھی کسی نے ان سے پوچھا، نہ ہی انہوں نے بتایا اور پوچھنا بتانا ہوتا بھی کیسے۔ بابا نے اپنی زندگی ہی میں ماما کے سمجھانے پر چچی اور سطوت سے تعلق اور بول چال ختم کر دی تھی۔ اس طرح ایک ہی گھر کے دو پورشنز میں رہتے ہوئے بھی دونوں خاندانوں کو ایک دوسرے کی کچھ خبر نہیں تھی۔

بابا دنیا سے چلے گئے۔ چچی اور سطوت، ماما کے رونے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کی آوازیں سنتی تھیں۔ تعزیت کے لیے آنے جانے والوں کو دیکھتی تھیں' لیکن دو لفظ ہمدردی کے بولنے کے لیے سیڑھیاں نہ چڑھ سکیں۔ اس بے گانگی پر ماما کا دل بھی سخت ہو چکا تھا۔ انہوں نے نیچے جھانک کر بھی یہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ دونوں ماں بیٹی کی بظاہر مصروفیت کیا رہتی تھی۔ انہیں کبھی کہیں جانا بھی ہوتا تو پہلے پتا کرواتیں کہ دونوں میں سے کوئی سیڑھیوں کے آس پاس تو نہیں' مبادا آتے جاتے کسی پر نظر پڑ جائے۔

خود ایک اور اورنگ زیب' چچی کی دادا اور بابا سے گستاخیاں اور نفرت دیکھتے ہوئے بڑے ہوئے تھے۔ اپنے گھر پر طاری مجموعی سائیکی کا بھی شکار تھے' اسی لیے ان دونوں نے بھی کبھی چچی اور سطوت کے بارے میں کچھ جاننے کا تجسس نہیں کیا تھا۔ البتہ ایک کو سطوت کی نصابی سرگرمیوں کے بارے میں یوں پتا چلتا رہتا تھا کہ پہلے وہ ایک ہی اسکول کی ایک کلاس کے دو مختلف سیکشنز میں پڑھا کرتے تھے۔

پھر نجانے کیا ہوا کہ سال کے سال سطوت پیچھے رہتی چلی گئی اور وہ آگے بڑھتا گیا اور اب جب کہ وہ بی ایس سی میں پہلے سال کا طالب علم تھا' سطوت ابھی اسکول میں میٹرک ہی کر رہی تھی۔ سطوت کی اس کمزوری کا رائنہ سے ذکر کرتے ہوئے وہ اس روز ہنس تو دیا تھا جس کا بعد میں اسے نجانے کیوں افسوس ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

وادی پر دسمبر کی خنکی اپنی پوری شدت سے طاری تھی۔ گزشتہ شام موسم کی پہلی برف باری ہوئی تھی جو رات گئے تک جاری رہی تھی۔ پہاڑوں کی چوٹیاں برف کی بھاری تہہ کے نیچے دب گئی تھیں اور وادی کے سب راستے' مکانوں کی چھتیں اور درختوں کے پتے برف کی ہلکی چادر اوڑھے سفید ہو رہے تھے۔

"کیا ہوتا جو برف پڑنے سے پہلے یہ دو پرچے بھی ختم ہو جاتے۔" ظفر نے نوٹس پڑھتے پڑھتے بور ہو کے کہا۔ سیڑھیوں والا کمرہ آتش دان میں جلنے والی آگ کی وجہ سے گرم تھا۔ کمرے کا ماحول نرم گرم اور باہر کی سردی کی شدت سے محفوظ تھا۔ وہ تینوں اون کے موٹے نمدوں پر بستر بچھائے' لحاف اوڑھے سنجیدگی سے بیٹھے پڑھ رہے تھے۔

"یار! سگنلز بھی بالکل غائب ہو گئے۔ میں نے رائنہ سے وعدہ کیا تھا کہ آخری تین سلائیڈز اسے فارورڈ کر دوں گا اب وہ بے چاری کیا کرے گی۔" معاذ نے کمپیوٹر کی اسکرین کو مایوسی سے دیکھتے ہوئے سر ہلایا۔

"اور سامنے دیکھو آگ بھی بجھ رہی ہے جب کہ مجھے تو ابھی دو چیپٹرز ریوائز کرنے ہیں۔" ظفر کی نظر آتش دان پر جمی تھی۔

"ادھر ادھر دیکھ کر وقت ضائع نہ کیا ہوتا اب تک تمہارے چیپٹرز ریوائز بھی ہو چکے ہوتے۔" ایک نے نوٹس پر سے نظر اٹھا کر ظفر کو گھورا۔

"یار! آتش دان میں آگ بجھ رہی ہے۔ اب دھیان ادھر سے ہٹے گا تو پڑھ پاؤں گا نا' ایسے تو سردی کا احساس خواہ مخواہ ہی ہوتا رہے گا۔" ظفر نے عذر پیش کیا۔

"چلو' میں کرتا ہوں تمہارے دھیان کا بندوبست۔"

ایک اپنے بستر سے باہر نکلا۔ سر پر ٹوپی پہن کر گرم سوئٹر چادر اوڑھتے ہوئے اس نے ان دونوں کی طرف دیکھا جو منہ اٹھائے اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"دیکھ کیا رہے ہو' لکڑیاں لینے جا رہا ہوں نیچے۔ تمہاری آگ کا بندوبست کرنے۔" اس نے دانت پیسے۔

"اچھا' اچھا۔" معاذ نے سر ہلایا اور منہ پر ہاتھ رکھ کر جمائی روکی۔ "ایسا کرنا' آتے ہوئے ڈائننگ ٹیبل سے ذرا کی فروٹ والی ٹرے بھی اٹھا لانا' منہ چلتا رہے گا نیند بھی نہیں آئے گی۔"

"سب کچھ اپنے اردگرد جمع کر کے بھی تم نہیں پڑھ سکو گے' آئی ایم شیور۔" ایک جھنجلا کر بولا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ خشک لکڑی کا ذخیرہ سیڑھیوں کے نیچے

visit for more books
www.urdunovelbank.com

WWW.PAKSOCIETY.COM



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

والے کمرے میں جمع تھا اس نے لکڑی کے دروازے کا سبز کواڑ کھولا اور اوپر تلے سلیقے سے جمی لکڑیوں میں سے چند کھینچ کر باہر نکالنے لگا۔

"ہائے سردی۔۔۔ میں سردی کے مارے مرجاؤں گی کم بخت تو کھڑی کھڑی میرا منہ دیکھتی رہنا۔" دروازہ بند کرتے ہوئے اس کے کانوں سے چچی کی آواز ٹکرائی جو اس اندھیرے اور رات کے سناٹے میں خاصی واضح ہو رہی تھی۔

"تو کیا کروں میں آپ کے لیے میری سمجھ میں کچھ آئے تو کچھ کروں نا۔" یہ سطوت کی آواز تھی۔

"میرے گیلے کپڑے ہی بدلوا دے کمبخت کچھ اور نہیں کر سکتی تو۔" چچی کی آواز ابھری۔

"آپ کے سب کپڑے گیلے ہی پڑے ہیں استری کام نہیں کر رہی۔ گھر میں آگ جلانے کے لیے کوئلے کا ایک ٹکڑا تک نہیں ہے۔ میں آپ کو بتاؤں کیا۔" سطوت کی آواز سردی کے مارے ٹھٹھر رہی تھی، جواب میں چچی کے چلانے اور کھانسنے کی آوازیں سنائی دیں۔ ایک کے بعد چچی کی کوئی بات نہیں پڑی تھی کیوں کہ کھانسی کا دورانیہ طویل اور شدید ہو رہا تھا۔ وہ لکڑیاں اٹھائے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر چلا آیا۔ اسے دائیں مڑتی سیڑھیوں کے تین قدم اور اوپر چڑھ کر ڈائننگ روم سے ذرا آگے فروٹ کی ٹرے اٹھانی تھی۔ لکڑیوں کو سیڑھیوں والے کمرے کے دروازے کے آگے رکھ کر وہ اوپر ڈائننگ روم میں چلا آیا۔ ذرا آگے فروٹ کی ٹرے اٹھانے کے بجائے اس کے قدم خود بخود استری اسٹینڈ کی طرف بڑھ گئے۔ اس پر دھری استری ہاتھ میں اٹھا کر اس نے چند سیکنڈز کے لیے سوچا کہ وہ کیا کرنے جا رہا تھا، لیکن پھر اسے خیال آیا کہ اس کو یہ سوچنا بھی نہیں ہے کہ وہ کیا کرنے جا رہا ہے۔ اگلے لمحے وہ واپس مڑا اور سیڑھیاں اتر کر نیچے چلا آیا۔

استری چچی کے گھر کی دہلیز پر رکھ کر اس نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔ غالباً وہ دروازے کے قریب ہی کھڑی تھی۔ اس نے دستک دینے والے سے کچھ پوچھے بغیر ہی دروازہ کھول دیا تھا۔

ایک نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے کے بجائے استری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے نیچی آواز میں "استری ہے اٹھا لو۔" کے الفاظ ادا کیے اور مڑ گیا۔ وہ ادھ کھلے دروازے کے کواڑ پر ہاتھ رکھے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اور ہاں!" وہ جاتے جاتے واپس مڑا۔ "سیڑھیوں کے نیچے والے کمرے میں لکڑیاں رکھی رہتی ہیں جتنی چاہئیں لے لینا۔ دروازہ کھول کر جا رہا ہوں۔"

وہ اپنی بات کہہ کر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جا چکا تھا جب کہ سطوت کی حیرت تھی جو ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔ "انتہائی مشکل وقت میں خدا اپنے بندوں کی مدد کے لیے فرشتے بھیجا کرتا ہے۔" یہ بات اس نے کہانیوں میں پڑھ رکھی تھی۔

"وہ فرشتہ بن کر نیکی کرنے آیا تھا یا انسان بن کر احسان کرنے۔"

فوری طور پر سوچنے اور کوئی فیصلہ کرنے کے بجائے اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر دہلیز پر رکھی استری کو اٹھایا۔ استری کو لکڑی کے بکس پر پڑے کھیس پر رکھ کر اس کا پلگ ساکٹ میں لگا کر اسے آن کرنے کے بعد وہ دوبارہ دروازے کی طرف گئی۔ دروازے سے باہر نکل کر اس کا رخ سیڑھیوں کے نیچے بنے لکڑی کے کمرے کی طرف تھا۔ رات کا باقی حصہ اسی کے گیلے کپڑے سکھانے اور آتش دان میں آگ جلاتے گزر گیا تھا۔ گھر میں آگ کی حدت پھیلی تھی۔ کئی دنوں سے سکڑے ٹھٹھرتے جسموں کو حدت پہنچی تھی اور سطوت کا منجمد ہوتا ذہن کچھ سوچنے سمجھنے کے قابل ہونے لگا تھا۔

☼ ☼ ☼

اگلی صبح گھر میں استری کی ڈھنڈیا مچی ہوئی تھی۔ صالحہ حیران تھیں کہ سالہا سال سے ایک ہی جگہ پر رکھی استری راتوں رات اپنی جگہ سے کہاں غائب ہو گئی تھی۔ اورنگ زیب کے کپڑوں پہ استری کرنی تھی۔ اسے آفس سے دیر ہو رہی تھی۔ صالحہ گھر کے



WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تینوں کمروں میں بوکھلائی بوکھلائی پھر رہی تھیں۔ ظفر، معاذ اور ایک کو استری سے کوئی کام نہیں تھا اسی لیے وہ ناشتے کی میز پر بیٹھے آملیٹ اور پراٹھوں کا ناشتا کرتے ہوئے پرچے سے کچھ دیر قبل والی آخری پڑھائی میں مشغول تھے۔ جوں جوں وقت گزر رہا تھا صالحہ کی بوکھلاہٹ اور اورنگ زیب کی بڑبڑاہٹ میں اضافہ ہو رہا تھا۔

اورنگ زیب کا خیال تھا کہ صالحہ کا حافظہ کمزور ہو رہا ہے۔ ضرور انہوں نے پیروں پر تیل کا مساج کرنے کے بعد ان پر پٹی لپیٹنے سے قبل پٹی کو گرم کرنے کے لیے استری اٹھائی ہوگی اور پھر کہیں رکھ کر بھول گئی ہیں۔ صالحہ وقفے وقفے سے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہہ رہی تھیں کہ ان کا حافظہ ابھی اتنا بھی کمزور نہیں ہوا تھا اور یہ کہ ان کے پیروں پر لپیٹنے کی پٹی تو ویسے ہی گرم کپڑے کی بنی تھی، اسے مزید گرم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ بوکھلاہٹ اور بڑبڑاہٹ رائنہ کی آمد تک جاری تھی اور مزید جاری رہتی اگر گھر میں داخل ہوتی رائنہ کے ہاتھ میں صالحہ کی استری نہ ہوتی۔

"ہائیں! یہ تمہارے پاس کہاں سے آگئی؟" رائنہ پر نظر پڑتے ہی صالحہ کے منہ سے بے اختیار نکلا اور ایک کا دل اچھل کر حلق میں آگیا۔ "میرا مطلب تمہیں کہاں سے ملی؟" صالحہ نے اپنے سوال کی وضاحت کی۔

"مجھے معلوم نہیں کہ آپ کی استری سیڑھی پر کون رکھ گیا۔ مجھے تو اوپر آتے ہوئے ملی اور میں اٹھا لائی۔" رائنہ، صالحہ سے زیادہ حیران تھی۔ ایک کا رکا ہوا سانس بحال ہونے لگا کہ

میں نے سنا تھا کہ اس وادی پر جنوں اور پریوں کا راج ہے، لگتا ہے اب جنات اور پریاں لوگوں کے گھروں میں گھس کر شرارتیں کرنے لگے ہیں۔" ظفر کو سسپنس بھری باتیں کرنے کا بہت شوق تھا۔

"خیر اس بات کا تو میں پتا لگا کر ہی رہوں گی کہ استری کون لے گیا اور کس نے سیڑھیوں پر رکھ دی۔" صالحہ نے غصے سے کہا۔ "پھر وہ چاہے کوئی جن نکلے یا پری، اسے سزا دے کر ہی چھوڑوں گی۔"

وہ اٹھ کر اورنگ زیب کے کپڑے استری کرنے چل دیں۔

"تم تینوں رات بھر جاگتے رہے ہو، تم ہی میں سے کسی کا کارنامہ لگتا ہے۔" رائنہ نے ان تینوں کو گھورا۔

"ہاں! ہم سیڑھیوں پر بیٹھ کر "بوٹیاں" استری کرتے رہے رات بھر اور آج ہمارا پیپر خراب ہو جائے، سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" ایک اٹھتے ہوئے بولا۔

"چلو اب اٹھ جاؤ، لیٹ ہو رہے ہیں۔" اس نے باقی تینوں کو بھی اٹھایا۔

☼ ☼ ☼

دن گزرتے گئے۔ پرچے ختم ہوئے، کالج کی معمول کی سرگرمیاں دوبارہ شروع ہو گئیں اور صالحہ بھی استری والی بات بھول گئیں، لیکن اس رات کے اس غیر معمولی واقعے نے ایک کو بچی اور سطوت کے بارے میں پر تجسس کر دیا تھا۔ وہ گھر میں آتے جاتے، سیڑھیاں چڑھتے اترتے، نچلے پورشن میں ہونے والی سرگرمیوں کا جائزہ لینے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس گھر کی چوڑائی کم لمبائی زیادہ تھی۔ داخلی دروازے سے اندر داخل ہو تو ایک لمبی راہداری سے گزر کر چھوٹا سا صحن اور صحن کے ساتھ بنے دو کمرے تھے۔ جن میں سے ایک باورچی خانہ اور دوسرا بیڈ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ طویل راہداری میں سے گزرتے ہوئے آنے والا گھر کے تقریباً سارے سامان سے متعارف ہو جاتا تھا۔ دو ٹوٹے ہوئے مونڈھے جن پر گھسا ہوا کپڑا چڑھا کر ان کو مزید شکست و ریخت سے بچانے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ اسی راہداری میں رکھے تھے۔ کپڑے دھونے کے ٹب، بالٹی، سرف، سوڈا اسی راہداری میں پائے جاتے تھے۔ یہیں پر ایک الگنی بندھی تھی جس پر ہمہ وقت گیلے کپڑے لٹکے نظر آتے تھے۔ کوئلے دہکانے کی انگیٹھی،

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

چھٹا اور کوئلے کی راکھ بھی یہیں پڑی رہتی تھی جس کے ارد گرد اکثر راکھ بکھری ہوتی۔

رابداری سے آگے صحن میں پالتو مرغیوں اور چوزوں کا دڑبہ رکھا تھا جس کے ارد گرد مرغی کو ڈالا جانے والا دانہ اور ان کی خشک ہوئی بیٹ کا ڈھیر بکھرا نظر آتا۔ کچن میں داخل ہو تو سیمنٹ کی سلیب پر رکھا ایک برمز کا چولہا اور چند برتن رکھے نظر آتے۔ کچن چوڑائی میں بس اتنا تھا کہ ایک آدمی بہ مشکل کھڑا ہو کر وہاں کوئی کام کر لے۔ کچن کے ساتھ بیڈ روم تھا جو گھر کے مکینوں کے بیڈ روم، لاؤنج، کھانے کے کمرے اور اسٹڈی روم کا کام بیک وقت سرانجام دیتا تھا۔ اس کمرے میں موجود لکڑی کے پرانے ڈبل بیڈ پر اکثر کپڑے، کتابیں، کھانے کے برتن اور دواؤں کے ڈبے بکھرے ملتے۔

بیڈ کی ایک سائیڈ پر سرخ اور نیلے پرنٹ کی جرسی کا لحاف اوڑھے سطوت کی امی پڑی رہتی تھیں۔ دیکھنے میں بیمار، کمزور اور لاغر نظر آتیں۔ کھانسی کا دورہ پڑ جاتا تو رکنے میں نہیں آتا تھا۔ زیادہ بولنے کی کوشش کرتیں تو کھانسی کے مارے ہانپ جاتیں اسی لیے دو چار لفظوں میں اپنی بات کہہ دینے کی عادی ہو چکی تھیں۔ کوئی پرانا شناسا انہیں اس حال میں دیکھ لیتا تو یقین نہ کر پاتا کہ یہ وہ قمر آرا ہیں جن کے طمطراق کے قصے کسی زمانے میں مشہور تھے۔ زمانہ حال میں تو وہ شکستگی اور بے بسی کی تصویر نظر آتی تھیں۔ خود تو اکثر آنکھیں بند کیے پڑی رہتیں اور گھر کی ویرانی اور بدحالی کو خالی نظروں سے دیکھنے کے لیے سطوت اکیلی رہ جاتی۔

"ارے بیٹی، جوان جہان ہو، ہمت والی ہو، گھر کو صاف ستھرا اور قرینے سلیقے سے رکھا کرو۔ لڑکیاں تو اپنے سگھڑاپے سے پہچانی جاتی ہیں۔"

گھر میں آنے والی واحد مہمان مجھی خالہ جو اس کی امی کی دیرینہ دوست تھیں اپنی آمد پر اس سے کہتیں، لیکن اس نے ان کی کبھی ایک نہ مانی تھی۔ وہ گھر کی اس بدحالی اور ویرانی کی عادی ہو چکی تھی۔ اس نے زندگی میں تنگی کے چند ہی اچھے دن دیکھے تھے اور اب تو اسے ان اچھے دنوں کے منظر بھی یاد نہیں آتے تھے۔ وہ اسی حال میں مست اور گم تھی۔ بیماری اور سخت مالی پریشانی کا شکار سطوت کو اب کوئی اچھی بات سوجھتی تھی ہی نہیں، نہ ہی سمجھ میں آتی تھی۔

☼ ☼ ☼

اس روز وہ بہت دنوں بعد گھر سے باہر نکلی تھی۔ وادی میں کئی دنوں کی مسلسل برف باری کے بعد سورج نے بادلوں کے پیچھے سے سر نکالنے کی کمزور سی کوشش کی تھی۔ برف باری سے ٹھٹھرے جسموں کے لیے سورج کی یہ ہلکی سی کرن بھی حیات بخش معلوم ہو رہی تھی۔ خود سطوت کو بھی اپنے گھر کے نیم تاریک سیلن زدہ ماحول سے باہر نکل کر ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کئی طویل دن کسی قبر میں گزارنے کے بعد باہر نکلی ہے۔ سڑک پر رونق تھی اور راستوں پر کھڑے لوگ سورج کی تمازت سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ امی نے اسے تاج خان کے اسٹور سے سودا سلف لانے کے لیے بھیجا تھا۔

"تاج خان سے کہہ دینا رقم قمر آرا کے کھاتے میں درج کر لے اور سودا دے دے، بعد میں ادا کر دیں گے۔" امی نے دالان سے منہ باہر نکال کر کہا تھا۔

"بعد میں، بعد میں۔" امی کے یہ الفاظ پورے راستے اس کے کانوں میں گونجتے رہے تھے۔

"کون سا بعد، کتنی دیر بعد، کیسا بعد۔" وہ سوچتی رہی تھی۔ "اللہ جانے اس بعد کو کب آنا تھا، آیا بھی تھا یا نہیں۔" ہاتھ میں پکڑے اس بٹوے کو سختی سے پیٹ کے ساتھ لگائے وہ آہستہ قدموں سے چل رہی تھی۔ اس بٹوے میں گھر کے داخلی دروازے کی چابی اور چند سکوں کے سوا کچھ بھی نہ تھا، لیکن ہاتھ میں اس کا موجود ہونا اسے عجیب سے تحفظ کا احساس دے رہا تھا۔

"انڈے ایک سو پچیس روپے درجن ہیں، اب بتاؤ لینے ہیں یا نہیں۔" انڈوں کا بھاؤ سن کر تو اسے جیسے چکر آ گیا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ایک سو پچیس روپے درجن۔" اس نے دل میں دہرایا۔ "اور امی کا کہنا تھا کہ وہ انڈے لیے بغیر گھر میں نہ گھسے۔"

"فائن آنٹی کتنا چاہیے اور دالیں کتنی کتنی تولوں۔" تاج دین اسے گم صم دیکھ کر جھنجلانے لگا تھا۔ "مجھے اور گاہکوں کو بھی دیکھنا ہے۔ باجی قمر آرا سے کہنا تھا نا کہ خود آتی سودا لینے، بچی کو بھیج دیا جس بے چاری نے آج تک کبھی سودا خریدا ہی نہیں اسے کیا معلوم کیا اور کتنا لینا ہے۔" تاج دین بڑبڑاتا ہوا آٹا، چاول، دالوں اور نمک مرچ سے بھری بوریوں کی طرف چلا گیا جو اس کے اسٹور کے سامنے رکھی تھیں۔

"اوہو، چاچا تاج دین، خود سے باتیں کرنے کے مرض نے تمہیں بھی آلیا کیا۔" کوئی نیا گاہک اسٹور کے باہر موٹر سائیکل روک کر تاج دین سے پوچھ رہا تھا۔

"خود سے نہیں ایک نئی اور ناتجربہ کار گاہک سے بات کر رہا ہوں۔ بے چاری کو کچھ پتا نہیں کہ وہ کیا لینے آئی ہے۔" تاج دین نے آنے والے کو مسکرا کر جواب دیا تھا۔

"اپنی باجی قمر آرا نہیں۔" اس نے نئے گاہک کو بتایا تھا اور اس بستی میں کتنے لوگ تھے جو قمر آرا کو نہیں جانتے تھے، یقیناً یہ نیا گاہک بھی جانتا ہوگا۔" اسٹور کے اندر کھڑی سطوت کو ایسا لگا جیسے اس پر گھڑوں پانی پڑ گیا ہو۔

"ہاں ہاں۔ پھر۔" نئے گاہک کی آواز سنائی دی۔

"اسی کی بیٹی ہے جو سودا لینے آئی ہے۔ بے چاری بچی کب سے گم صم کھڑی ہے۔ اسے پتا ہی نہیں کیا خریدنا ہے اور کتنا خریدنا ہے۔" تاج دین نے بتایا۔

"جی رزاق صاحب، کتنے چاول تولوں۔" اب غالباً وہ کسی اور گاہک کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ سطوت کو اسٹور کے اندر اپنے پیچھے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی۔

"امی کدھر ہیں تمہاری جو تم سامان خریدنے چلی آئیں، وہ بھی اکیلی۔" کوئی غالباً اس سے ہی پوچھ رہا تھا اس نے گردن گھما کر دیکھا اس کے سامنے ایک کھڑا تھا۔

"ہونہہ اس کو کیا کہ ہمارے گھر سے کون سامان خریدنے آتا ہے۔ ہوتا کون ہے پوچھنے والا۔" سطوت فوراً ہی تلخ ہو گئی، لیکن عجیب سی بات تھی کہ کچھ کرنے کے بجائے اس کے حلق سے منمناتی سی آواز نکلی تھی۔

"امی ٹھیک نہیں ہیں۔ چل نہیں سکتیں۔" اس نے سر جھکا کر کہا تھا۔

"اچھا! اب یہاں تک آ ہی گئی ہو تو تاج دین کو بتاتیں کیوں نہیں کہ تمہیں کیا خریدنا ہے۔" وہ کولہوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بولا تھا۔

"کیوں کیا تمہیں خود بھی نہیں پتا کہ کیا لینے آئی ہو۔ امی نے کچھ بتا کر نہیں بھیجا تھا۔" سطوت کی خاموشی پر وہ رعب سے بولا تھا۔

"امی نے بتایا تھا۔" سطوت کی آواز آنسوؤں کے گولے میں پھنس کر رہ گئی تھی اسے عجیب سی بے بسی محسوس ہو رہی تھی۔

"تو پھر؟" وہ ابرو چڑھا کر بولا۔ "خریدتی کیوں نہیں۔"

"سب چیزوں کی قیمتیں بہت زیادہ ہیں، اتنی نہیں ہیں جتنی امی نے بتائی تھیں۔" وہ ایک مرتبہ پھر منمنائی۔

"اوہ!" وہ جیسے اس کے مسئلے کو سمجھتے ہوئے بولا تھا۔ "پیسے کم پڑ گئے ہیں کیا؟"

"پیسے؟" سطوت نے سر اٹھا کر اسے دیکھا جو اس کے سگے تایا کا بیٹا تھا مگر کوئی ناشناسا بھی اتنا اجنبی نہ ہوگا جتنا وہ اجنبی تھا۔

"پیسے تو نہیں ہیں میرے پاس۔" اس نے ہاتھ میں پکڑے خالی بٹوے کو مٹھی میں رول کر کے چھپانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا تھا۔

"ماشاء اللہ!" جواب میں اس نے بے اختیار کہا تھا۔ "بغیر پیسوں کے ہی گھر سے سودا لینے نکل آئی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھیں۔"

"امی نے کہا تھا کہ دکان والے سے کہنا قمر آرا کے کھاتے میں رقم لکھ لے' بعد میں دے دیں گے پیسے۔" وہ بہت زیادہ سمجھ دار تھی نہ ہی اسے انا اور انا پرستی جیسے لفظوں کے معنی کا علم تھا لیکن نجانے کیوں یہ بات ایبک کے سامنے دہراتے ہوئے اس کا دل بے اختیار زار زار رونے کو چاہنے لگا تھا۔

"ہوں۔" جواب میں اس نے یوں ہی کولہوں پر ہاتھ دھرے دھرے سطوت کو عجیب سی نظروں سے دیکھا تھا۔ "سب سامان ختم ہے یا کچھ بچا ہوا بھی ہے۔" وہ پوچھ رہا تھا۔ جواب میں سطوت کی نظروں نے اسے لمحہ بھر میں صورت حال سمجھا دی تھی۔ وہ مڑ کر تاج دین کی طرف چلا گیا تھا۔

آدھے گھنٹے کے بعد سطوت' تاج دین کے اسٹور سے باہر نکلی تھی۔ اس کا وہ تایا زاد جو کسی اجنبی سے بڑھ کر اجنبی تھا اس کے گھر کے سودا سلف کے لفافے اپنے موٹر سائیکل کی پچھلی سیٹ پر رکھے گھر کی طرف رواں تھا اور وہ خود ان ہی آہستہ قدموں سے پیدل چلتی پیچھے آ رہی تھی جن آہستہ قدموں سے چلتی یہاں تک آئی تھی۔ اس روز تاج دین کے اسٹور پر جہاں آرا کے کھاتے میں سامان کی قیمت ادھار کی مد میں لکھے جانے کے بجائے نقد داموں لکھی گئی تھی اور سطوت کے گھر پہنچنے سے پہلے اس کے گھر کی دہلیز پر سامان اسی طرح رکھا تھا جیسے چند ہفتوں پہلے نصف رات کے قریب وہ استری وہاں رکھ گیا تھا۔ سطوت نے سیڑھیوں کے پاس رک کر سامنے دیکھا تھا۔ اس کی بائیک سیڑھیوں کے نیچے کھڑی تھی اور خود وہ غالباً اوپر جا چکا تھا۔

اس بار بھی وہ فرشتہ بن کر نیکی کرنے آیا تھا یا انسان بن کر احسان کرنے' سطوت اس بار بھی سمجھ نہ پائی البتہ اس بار اس نے ایبک کے اس عمل کے بارے میں سوچا ضرور تھا۔

☼ ☼ ☼

"رضوان بتا رہا تھا چچی بیمار ہیں' خون تھوکنے لگی ہیں۔ گلے سے پس بھی نکلتی ہے۔" یہ محض اتفاق تھا کہ اسی رات اورنگ زیب نے صالحہ کو اطلاع دی تھی۔

"کوئی نیا ڈراما ہوگا۔" صالحہ بالکل بھی متاثر نہ ہوئیں کہا۔ "خون تھوکنے کے زمانے تو زمانہ ہوا لد گئے۔ اب کون خون تھوکتا ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے ماما' لیکن رضوان بتا رہا تھا کہ کوئی عجیب سی بیماری لگ گئی ہے انہیں' کتنے ہی ٹیسٹ ہو چکے ہیں' بیماری پکڑی نہیں جا سکی۔" اورنگ زیب نے اپنی بات کی وضاحت کرنے کی کوشش کی تھی۔

"کوئی بیماری ہوگی تو پکڑی جا سکے گی نا۔" صالحہ نے ہاتھ اٹھا کر بے پروائی سے کہا۔ "تم اس عورت کی مکاریوں کو نہیں جانتے۔ ضرورت پڑنے پر حلق میں انگلیاں ڈال کر خون اچھالنے کا ڈراما بھی کر سکتی ہے وہ۔" اورنگ زیب نے نظر اٹھا کر ایبک کی طرف دیکھا جو کھانا کھانے میں یوں مگن تھا جیسے اس نے اس کی اور ماما کی باتیں سنی نہ ہوں۔

"ایک بار ابا جی کے سامنے خود کو مظلوم ثابت کرنے کے لیے حلق میں انگلیاں ڈال کر الٹیاں کرنے کا ڈراما کیا تھا اس نے' بتانا چاہتی تھی کہ سجاد کے انتقال کے بعد اسے پتا چلا کہ وہ سجاد کے دوسرے بچے کی ماں بننے والی ہے۔ سب جھوٹ ثابت ہوا بعد میں۔" صالحہ نے سر جھٹکا۔

"خیر یہ تو جب کی باتیں ہیں نا جب وہ جوان تھیں' ان میں ہمت تھی اب تو کمزور اور بے دست و پا ہو چکیں وہ' اب کیا ڈراما کریں گی اور کس کے ساتھ۔" نجانے کیوں اورنگ زیب' رضوان کی بات پر اڑا ہوا تھا۔

"جو بھی ہے' تم اتنا زور کیوں لگا رہے ہو ایک اڑتی اڑتی خبر سن کر اسے سچ ثابت کرنے کے لیے۔" چپاتی والی ٹوکری کی طرف بڑھتا ہاتھ روک کر انہوں نے اورنگ زیب کی طرف دیکھا۔

"زور تو نہیں لگا رہا۔" اورنگ زیب سنبھل کر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "میں تو یہ بتا رہا ہوں وہ بیمار ہیں۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"ہوتی رہے ہماری بلا سے۔" صالحہ نے ایک بار پھر بے نیاز بنتے ہوئے کہا۔ "اس بستی میں کئی ایسے لوگ ہیں جن سے بہت دوستی یاری ہے اس کی سنبھال لیں گے وہ سب اس کی بیماری بھی جیسے پہلے اس کی تندرستی میں اس کے کام آیا کرتے تھے۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ!" اورنگ زیب نے شانے اچکائے اور ایک بار پھر ایبک کی طرف دیکھا جو کھانے کے بعد گڑ کی ڈلی منہ میں ڈال رہا تھا۔ گڑ کی ڈلی چوستے ہوئے ایبک کی نظریں اورنگ زیب کی نظروں سے چار ہوئیں۔

"تم جانتے بھی ہو بھائی! کہ ملا چچی کے معاملے میں کیسے ری ایکٹ کریں گی' پھر کیوں اتنی لمبی بات کی تم نے؟" ایبک کی نظریں کہہ رہی تھیں۔

"بس یوں ہی۔" اورنگ زیب کی نظروں نے جواب دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

امی نے ماموں کی طرف سے ملنے والی رقم کا ایک ایک نوٹ گننے کے بعد دو نیلے نوٹ اس کی طرف بڑھائے۔ "لو ابھی جا کر تاج خان کا حساب چکتا کر آؤ۔ یعنی بالآخر وہ بعد آ پہنچا تھا جس میں تاج خان کو رقم کی ادائیگی کی جانی تھی۔

"ان پیسوں میں سے کچھ بچ جائیں شاید تو آپ کہیں تو کالج سے داخلہ فارم اور پراسپیکٹس خرید لاؤں؟"

اس روز احساس ہوا تھا کہ اسے سیدھی طرح بات کرنے کے بجائے منمنانے کی عادت پڑتی جا رہی ہے۔ شاید اسے اپنے سامنے موجود ہر شخص سے خوف آنے لگا تھا۔

"بہت شوق ہے تمہیں کالج میں پڑھنے کا۔" امی نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا تھا۔ "رو رو کر میٹرک کرنے والی لڑکیوں کو کالج میں داخلہ مل جاتا ہے؟"

"رزلٹ برا نہیں ہے میرا' سیکنڈ ڈویژن پر داخلہ آسانی سے مل جائے گا۔" وہ ایک بار پھر منمنائی۔

"ایک کالج ہے پوری وادی میں اور وہاں بھی لڑکے لڑکیاں اکٹھے پڑھتے ہیں۔" امی کا لہجہ عذر پر اٹا تھا۔

"تو کیا ہوا اسکول میں بھی تو ایسا ہی سسٹم تھا۔" اب کے اس کا لہجہ قدرے مضبوط ہوا۔

"چلو مان لیا ان میں سے جو پیسے بچیں گے ان سے داخلہ فارم اور پراسپیکٹس آ جائے گا لیکن اس کے بعد داخلے کی فیس' سیکیورٹی اور دسیوں اخراجات۔" انہوں نے ابرو چڑھاتے ہوئے پوچھا تھا۔ "وہ کون بھرے گا۔"

"وہ میں عظمیٰ سے لے لوں گی۔" اس نے دوپٹے کا کونا انگلی پر لپیٹتے ہوئے کہا۔ "بعد میں واپس کر دیں گے اسے۔" یہ بات کہہ کر اس نے ڈرتے ڈرتے ان کی طرف دیکھا تھا۔

"بعد میں کوئی بن برسا جائے گا کیا ہماری اس کال کوٹھڑی پر۔" امی کو بعد میں والی بات ہی سب سے بری لگی تھی۔ "بعد میں واپس کر دیں گے۔" وہ اس کی نقل اتارتے ہوئے بولیں۔

ہاں اس کی ماں کا یہ وہ انداز اور موڈ تھا جس کے سامنے وہ پہلے بھی کبھی نہیں بولی تھی اور اس روز بھی خاموش ہی رہی تھی۔

"چلو۔" چند منٹ کے وقفے کے بعد وہ خود ہی بولیں۔ "داخلہ فارم لے آنا' داخلے کے بارے میں پھر سوچیں گے۔" انہوں نے ایک انتہائی غیر متوقع بات کی۔

☼ ☼ ☼

کالج تو بہت بڑا تھا لیکن اس میں پڑھنے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ مقامی لڑکوں میں تو پڑھنے کا رجحان بہت ہی کم تھا اور لڑکیوں کو اگر پڑھنے کا شوق تھا بھی تو وہ میٹرک کر لینے کو ہی غنیمت سمجھتی تھیں۔ اسی لیے داخلہ آفس سے فارم خرید کر باہر گراؤنڈ میں نکلتے ہی اس کی نظروں نے ایبک اور اس کے تینوں دوستوں کو دیکھ لیا تھا۔ گراؤنڈ کے ایک کونے میں وہ چاروں بیٹھے چائے کے ساتھ سموسے کھا رہے تھے اور کسی بات پر

WWW.PAKSOCIETY.COM



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ بھی ہو رہے تھے۔

"کیسی مزے کی زندگی ہے ان کی' ہر وقت ہنستے' کھلکھلاتے' قہقہے لگاتے رہتے ہیں۔" اس کے کان ان چاروں کی ہنسی کی آواز سے مانوس تھے۔ وہ چاروں اکثر ہنستے ہوئے اور ایک دوسرے کا مذاق اڑاتے ہوئے ہی ان سیڑھیوں پر چڑھا اور اترا کرتے تھے جن کے نیچے سطوت رہتی تھی۔

"یہ چاروں ہی بہت لائق فائق ہیں۔" عظمیٰ کی نظر بھی ان چاروں پر پڑ چکی تھی۔

"میرے دادا بتا رہے تھے کہ یہ جو لڑکا نظر ہے نا' اس کے گھر کے گیراج میں پڑی یہ چاروں کسی گاڑی کا ماڈل بناتے رہتے ہیں۔ یہ لوگ دعوا کرتے ہیں کہ وہ گاڑی کسی توانائی سے چلا کرے گی۔"

"ہاں میں جانتی ہوں' یہ چاروں اتنے لائق ہی ہیں کہ کچھ بھی کر سکتے ہیں۔" سطوت کے لہجے میں بے وجہ ہی تلخی گھل گئی۔ اس کی نظریں ایک پر جمی تھیں جو کسی بات پر ہنستے ہوئے رائنہ کے ہاتھ پر ہاتھ مار رہا تھا۔

اسی لمحے ہنستی ہوئی رائنہ کی نظر بھی خود سے فاصلے پر کھڑی خود کو دیکھتی سطوت پر پڑی تھی اور اس کا ہاتھ ہوا میں ہی کہیں رکا رہ گیا تھا۔

"ارے ایبک۔۔۔ تمہاری کزن۔" اس نے سطوت کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ "لگتا ہے وہ سالوں میں ایک ایک کلاس پڑھتی ۔۔۔ یہ بالآخر کالج تک پہنچ ہی گئی۔" وہ چاروں اسی کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"ڈرنا نہیں سطوت ڈرنا نہیں! اگر جو داخلہ ہو گیا تو پھر تو یہ چاروں روزانہ ہی نظر آیا کریں گے' ان سے ڈر گئیں تو سمجھو مر گئیں۔" سطوت خود کو سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی' اور ابھی وہ اس کوشش میں تھی کہ دائیں طرف مڑتے گھاس کے قطعے پر مڑ جائے کہ اس نے دیکھا' ایبک باقی تینوں کو پیچھے چھوڑ کر اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"چلو عظمیٰ' اب ہم یہاں کیوں کھڑے ہیں۔" اس نے گھبرا کر عظمیٰ سے کہا تھا۔

"تو بھول بھی گئیں' ہم فائزہ کا انتظار کر رہے ہیں' وہ داخلہ فارم لینے والوں کی قطار میں پھنس گئی ہے۔" عظمیٰ حیرت سے بولی تھی۔ "اچھا تم ٹھہرو۔ میں اسے دیکھ کر آئی ہوں۔" وہ اسے مزید بولنے کا موقع دیے بغیر واپس داخلہ آفس کی طرف مڑ گئی تھی۔ اتنی سی دیر میں ایبک اس کے سر پر پہنچ چکا تھا۔

"لاؤ۔۔۔" سلام دعا کا تکلف کیے بغیر اس نے سطوت کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ سطوت نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"داخلہ فارم مانگ رہا ہوں۔۔۔ بھرنا تو آتا نہیں ہو گا تمہیں۔" اس نے پراعتماد انداز میں کہا تھا۔

"میں تو یوں ہی آ گئی یہاں۔ پتا نہیں مجھے داخلہ لینا بھی ہے یا نہیں۔" سطوت نے لاشعوری طور پر فارم والا ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"کیوں؟" وہ تیوری چڑھا کر بولا۔ "کیوں نہیں لینا داخلہ۔"

"ابھی فیصلہ نہیں ہوا نا' اس لیے۔" وہ سادگی سے بولی تھی۔

"تم فارم مجھے دو' فیصلہ بعد میں کرتی رہنا۔" ایبک نے ایک بار پھر ہاتھ بڑھایا تھا۔ "ڈاکومنٹس کی فوٹو کاپیاں ہیں تمہارے پاس۔"

"ہاں ہیں' لیکن ان کا کوئی فائدہ نہیں' ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔"

"کہا نا فیصلہ بعد میں کرتی رہنا' ڈاکومنٹس کی کاپیز ۔۔۔ بھی لاؤ تو سہی۔" وہ بڑھے ہوئے ہاتھ کی انگلیاں نچاتے ہوئے بولا۔

"ابھی بتائیں گی کہ میں داخلہ لے سکتی ہوں یا نہیں' وہ بتائیں گی کہ وہ فیس بھر سکتی ہیں یا نہیں' داخلے کا فیصلہ اس کے بعد ہو گا۔" ایبک کی ہٹ دھرمی دیکھ کر وہ آگے کو جانے لگی۔

"تو پھر آج کیا کالج کی عمارت کا نظارہ کرنے آئی تھیں۔" وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔

"نہیں۔" اس کی آواز میں آنسوؤں کی آمیزش



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

محسوس ہونے لگی۔ "میں بس قسمت کے کاغذ کی طرف ہاتھ بڑھانے آئی تھی بعد میں یہ دکھ تو نہ ہوگا کہ کوشش ہی نہیں کی تھی۔"

"پرابلم کیا ہے آخر۔" وہ اس کے لہجے میں نمی محسوس کر چکا تھا۔

"بیماری' مفلسی' رقم' اخراجات۔" اس نے رک کر براہ راست ایبک کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ "یہ پرابلم ہے بس۔"

وہ جواب دینے کے بجائے کچھ دیر دم بخود کھڑا اسے دیکھتا رہا تھا۔ اور اس کے بعد اس نے ایک بار پھر ہاتھ اس کی طرف بڑھایا تھا۔

"فارم اور ڈاکومنٹس کی کاپیز۔"

سطوت نے رک کر اسے دیکھا اور ہاتھ میں پکڑا ڈاکومنٹس فولڈر اس کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اس پر اعتبار کر رہی تھی۔ جو خود' جس کے ماں باپ اور دادا سب اس کی امی کے مطابق ناقابل اعتبار تھے اور جن کے سائے سے بھی اسے دور رہنا چاہیے تھا۔ لیکن وہ محض ایک استری ہی تو تھی۔ جو اعتبار کی شاہراہ کے آغاز پر رکھی گئی تھی' اس رات کے بعد تعلق اور رشتے کی چادر پر سے بے اعتباری کی سلوٹیں اچانک سے ہی مٹنے لگی تھیں۔ سطوت جو محسوس کر رہی تھی کیا وہ سچ تھا' اس نے ایبک کو فولڈر پکڑا کر ٹھیک کیا تھا' اس کے دل میں جو خیال آ رہا تھا کیا اسے درست ماننا چاہیے تھا یا نہیں۔

اس نے یہ باتیں سوچنے میں ایک پل بھی ضائع نہیں کیا تھا اور فولڈر ایبک کے ہاتھ میں دے کر خود کالج کے مین گیٹ کی طرف بڑھ گئی تھی اس کالج میں داخلہ مل جانا اور یہاں پڑھنا اس کا مقدر بن چکا تھا۔ کالج سے واپسی پر وہ صرف یہی ایک سوچ لے کر گھر واپس آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ہر دوسرے مضمون میں تینتیس نمبر لے کر پاس ہونے والی لڑکی کو ایف اے کرنا چاہیے یا ایف ایس سی۔" سطوت کے ڈاکومنٹس پر نظر ڈالتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے داخلہ فارم کو کس مضمون کے ساتھ بھرنا مناسب ہوگا۔

"اتنی تیز طرار' حاضر دماغ ماں کی بیٹی اتنی کند ذہن۔" اس کا ذہن الجھنے لگا۔

"خدا جانے ایسے رزلٹ اور گریڈ کے ساتھ اسے کسی بھی ڈسپلن میں داخلہ ملے گا بھی یا نہیں۔" نجانے کیوں اس کا دل اس خیال پر بری طرح دکھا تھا۔ "پھر بھی قسمت آزمانے میں کیا حرج ہے' کوئی مسئلہ ہوا تو چوائس لائی سے علیحدگی میں مل کر سفارش کی جا سکتی ہے' چوائس لائی کے کل تیرہ اسٹوڈنٹس میں ہمیشہ ٹاپ پر رہنے والا اسٹوڈنٹ اگر ایک چھوٹی سی داخلہ پرچی اس سے بنوانے جائے تو وہ انکار تو نہیں کرے گا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"چلو تو پھر طے ہے لڑکی کہ تم کو کالج جوائن کرنا ہی کرنا ہے۔" اس نے سیدھا ہو کر بیٹھتے ہوئے سوچا تھا۔ کاش تمہارے نمبرز تھوڑے سے ہی سہی مگر بہتر ہوتے۔ ان حالات میں تو عربی فارسی جیسی کوئی زبان پڑھنے کے ساتھ ساتھ سوشل اور اسلامیات جیسے مضامین کا کمبینیشن ہی پڑھ سکو گی۔" اس نے پوائنٹر اٹھا کر داخلہ فارم بھرنا شروع کیا۔ نام سطوت آرا' والد کا نام سجاد احمد۔ اس کا قلم تیزی سے چل رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

مارچ کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ موسم کی شدت میں کمی آنے لگی تھی۔ صالحہ نے دریچے کے آگے بنی منڈیر پر رکھے گملوں کو آنکھوں پر چشمہ لگا کر غور سے دیکھا۔ پھولوں کی پنیری موسم کی شدت کے مارے سر نیہوڑائے پڑی تھی۔ انگلی کی پور سے ایک سر گرائے ڈنڈی کو اٹھاتے ہوئے ان کی نظر نیچے صحن میں پڑ گئی۔

مارچ کی ہلکی دھوپ کی کرنیں صحن میں بکھر رہی تھیں۔ اور وہاں بچھی ایک چارپائی پر جہاں آرا بیٹھی تھیں۔ ہلکی سی اونی شال شانوں پر پڑی تھی اور بال



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چہرے سے نکل کر بکھر رہے تھے۔ وہ لمحہ بھر کو چونک گئیں۔ عین اپنے فرش کے نیچے رہنے والی قمر آرا کو وہ کتنے عرصے کے بعد دیکھ رہی تھیں' یہ انہیں یاد نہ تھا لیکن اس ایک لمحے میں انہیں محسوس ہوا جیسے جتنا وقت ایک دوسرے کو دیکھے بنا درمیان میں سے آیا تھا وہ گزرتے ہوئے اپنے سارے نقوش اس کے سراپے پر چھوڑ گیا تھا۔ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے' بکھرے ہوئے نصف سفید نصف سیاہ بال' چہرے پر پڑتی جھریاں' جہاں آرا خالہ اپنا ہی سایہ بنی ان کی نظروں کے سامنے بیٹھی یوں سانس لے رہی تھیں جیسے سانس لینے میں دقت محسوس کر رہی ہوں۔

"تو اورنگ زیب ٹھیک ہی کہہ رہا تھا۔" نامعلوم وجہ کی بنا پر طبیعت مکدر ہو جانے پر وہ پنیری کا جائزہ لینے کا ارادہ ملتوی کرتی صوفے پر آ کر بیٹھ گئیں۔

"ایسی بھی کیا بیماری کہ اتنے کم عرصے میں ڈھل ہی گئی ہے۔" انہیں خیال آیا تھا۔

"ہاں تو ٹھیک ہے نا!" کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد انہوں نے خیالات کی یلغار کو روکنے کی کوشش کی۔ "سجاد کے بعد جس طرح کھل کے یہ اپنے داؤ پیچ کھیلتی رہی ہے' اس میں تیزی ہی اتنی تھی کہ وقت بھی سٹ پٹا کر اس پر سے دوڑ گیا ہوگا۔ اس وادی کا کون سا ایسا مرد ہوگا جسے اس نے اپنی لواؤں سے لبھاتے ہوئے اس سے ذاتی فائدے نہ اٹھائے ہوں گے۔" ان کا حلق کڑوا ہونے لگا۔

"سنا ہے' ہر روز صبح بن سنور کر سرخی اور پاؤڈر تھوپ کر گھر سے نکل جایا کرتی تھی۔ اس سے نقد لینا' اس سے ادھار' کسی تیسرے سے قرض لینا' چوتھے سے تحائف لینا معمول بن گیا تھا اس کا۔ گھر میں ادھار کی سبزی گوشت' سودا سلف آتا تھا۔

انہوں نے پہلو بدلتے ہوئے سر جھٹکا۔

"توبہ توبہ میری تو اپنی نظروں کا روزہ بھی ٹوٹ گیا صبح صبح اس پر نظر پڑنے سے' ہم تو بھائی۔" انہوں نے تیزی سے اٹھ کر کھڑکی کے پردے برابر کر دیے۔ "اتنے برس اپنی نظروں کا' بصارت کا پردہ کرتے رہے کہ کہیں بھولے سے بھی نظر پڑ جائے اور دل کے زخم ہرے ہو جائیں۔ جیسی اذیت قمر آرا نے اپنے مرحوم سسر اور جیٹھ کو پہنچائی' جس طرح جائز ناجائز حصے بٹورے' اس زیادتی کی فصل تو بھیا ایک دن کاٹنی ہی پڑتی ہے۔"

انہوں نے ایک بار پھر سر جھٹکا۔

"اچھا بھئی' ہمیں کیا۔ جس کا فعل وہ ہی بھگتے۔ ہم بیٹھے سوچ کر کیوں اپنا اعمال نامہ بھاری کریں۔" گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر اٹھتے ہوئے انہوں نے یہ آخری بات سوچی تھی۔

کہنے کو تو وہ قمر آرا سے متعلق ہر سوچ ذہن سے جھٹک کر وہاں سے اٹھی تھیں لیکن دن بھر کے کام کاج کے دوران وہ چہرہ وقت جس پر وقت اپنے نشان چھوڑ کر گزر چکا تھا ان کے لاشعور میں بیٹھ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"لگتا ہے کالج میں تم چاروں آپس میں ہی مگن رہتے ہو' اردگرد کیا ہو رہا ہے تمہیں کوئی خاص خبر نہیں ہوتی۔"

اورنگ زیب کو ایک سے بات کرنے کا موقع کم ہی ملتا تھا۔ اکثر اس کی واپسی رات گئے ہوتی۔ کھانا کھا کر وہ جلدی ہی سونے کے لیے لیٹ جاتا اور ویک اینڈ پر ایک دن نہ کہیں مصروف ہوتا تھا۔ اس لیے دونوں آپس میں بہت کم بات کرتے تھے۔ لیکن اس شام یہ سوال اس نے خاص طور پر اس کے کمرے میں آ کر پوچھا تھا۔

"کالج میں غیر معمولی واقعات ہوتے ہی کتنے ہیں جو ہم سے چھپے رہ سکتے ہیں۔ ویسے بھی وہاں کی آبادی اتنی کم ہے کہ اردگرد کی خبریں پوشیدہ رہ ہی نہیں سکتیں' آپ بتائیے کیا خبر ہاتھ لگ گئی آپ کے۔" اس نے بال پوائنٹ کو کتاب کے صفحے میں پھنسا کر کتاب بند کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ۔" اورنگ زیب نے بات کرنے سے پہلے گلا کھنکھارتے ہوئے دائیں بائیں یوں دیکھا جیسے کسی کے سننے کا خطرہ محسوس کر رہا ہو۔ "نیچے والی چچی کی جو



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لڑکی ہے' سنا ہے کالج پہنچ گئی پڑھنے" اس نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔

"ہوں۔۔۔" ایک کی سمجھ پر رازداری برتنے کا انداز اب عیاں ہوا تھا۔ "آپ کو کس نے بتایا؟" اس نے اس جاسوس کا سراغ لگانا چاہا تھا جو اورنگ زیب بھائی کو نچلی منزل والوں کی خبریں سنا جاتا تھا۔

"رضوان بتا رہا تھا۔" اورنگ زیب نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

"ایسی سب خبریں رضوان آپ کو خاص طور سے بتاتا ہے یا پھر آپ خود کریدتے ہیں اسے۔" ایک زیر لب مسکرایا تھا۔

"میں کیوں پوچھوں گا بھلا اس سے۔" اورنگ زیب کا لہجہ بدلا۔ "خود ہی بتا جاتا ہے۔"

"اچھا!" ایک نے یوں ہونٹ سکیڑے جیسے اورنگ زیب کے تجاہل عارفانہ پر یقین نہ آیا ہو۔ "اسے منع کر دیں آپ کو ایسی خبریں نہ سنایا کرے یا پھر سننی پڑ ہی جائیں تو ایک کان سے سن کر دوسرے سے اڑا دیا کریں۔"

"تو میں کون سا کان میں ڈالے بیٹھا ہوں۔" اورنگ زیب خفا ہو گیا۔ "ایک بات سنی تھی' تم سے اس لیے پوچھ لیا کہ اسی کالج میں پڑھتے ہو' تم نے ذکر تک نہیں کیا۔"

"اس لیے ذکر نہیں کیا کہ میں ایسی خبریں ایک آنکھ سے دیکھ کر دوسری سے اڑا دیا کرتا ہوں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا تھا۔

"مطلب تم نے دیکھا ہے اسے وہاں۔" اورنگ زیب اپنے مطلب کی بات پر اٹک گیا۔

"ہاں دیکھا تو ہے۔"

"یعنی یہ خبر صحیح ہے۔" اورنگ زیب نے سر جھکا کر غور کیا۔ پھر اس نے سر اٹھا کر ایک کی طرف دیکھا۔ "ویسے وہ پہنچ کیسے گئی کالج۔۔۔ میرا مطلب ہے' سنا تھا بہت ہی نالائق اور کوڑھ مغز اسٹوڈنٹ ہے۔ مشکل سے میٹرک پاس کیا ہے اس نے۔"

"کمال ہے' رضوان کو تو بڑی خبر ہوتی ہے ہر بات کی۔" ایک نے بے ساختہ کہا "مطلب یہ بھی اسی نے بتایا ہو گا' ہے نا۔" اورنگ زیب کے گھورنے پر اس نے بات کی وضاحت کی۔

"رضوان کو کیا پتا ہوتا ہے کیا نہیں' اسے چھوڑو' مجھے تو صرف یہ پتا ہے کہ تمہاری نظر اور کان صرف اپنے تین پیاروں کو دیکھتے اور ان ہی کی سنتے ہیں۔ اس لیے تم سے کوئی دوسری بات کرنا ہی فضول ہے۔"

اورنگ زیب اس کے بے نیازانہ رویے پر تلملا کر کھڑا ہو گیا۔ "بڑی ہی محدود دنیا ہے تمہاری۔ نہیں پوچھوں گا تم سے کچھ اور اب اور ہاں!" جاتے جاتے اس نے گردن موڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ "اب ماما کو مت بتانے بیٹھ جانا کہ میں نے تم سے کچھ پوچھا تھا۔"

"میری بات تو سنیں' بیٹھیں تو۔" ایک نے اٹھ کر اسے روکنا چاہا تھا لیکن وہ اس کا ہاتھ جھٹک کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

"کیا مسئلہ ہے یار؟" اس کے جانے کے بعد واپس بیڈ پر بیٹھتے ہوئے اس نے سر جھٹکا۔ ماما اور اورنگ زیب بھائی کا مزاج بالکل ایک جیسا ہے' پل میں تولہ پل میں ماشہ' کب کوئی پوچھے کہ ان کو نچلے پورشن والی بچی کی لڑکی کے معاملات میں کب سے دلچسپی ہو گئی اور کیوں ہو گئی۔"

"اورنگ زیب کو ادھر ادھر کی باتیں سننے کا چسکا ہے۔" اسے مریم کی بات یاد آئی' مریم جو ان دونوں کی خالہ زاد تھی اور غالب تھا کہ اورنگ زیب کی شادی مریم سے ہو گی۔

"اورنگ زیب بس دوسروں کے متعلق کن سوئیاں لیتا رہتا ہے اور اکیلا بیٹھا ان خبروں کے چسکے لیتا ہے۔ کسی کا کیا بن رہا کیا بگڑ رہا ہے' اس میں اسے کوئی دلچسپی نہیں۔ بے ضرر انسان ہے' اسی لیے تو میں بھی اس کو خاندان بھر کی خبریں نمک مرچ لگا کر سنایا کرتی ہوں۔"

مریم کی یاد آ جانے پر وہ بے ساختہ مسکرا دیا۔ مریم اور ماما ننھیال کراچی میں رہتا تھا۔ ان لوگوں میں سے شاید ہی کبھی کوئی ان سے ملنے ادھر آیا ہو۔ بچپن میں موسم



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سہا کی چھٹیوں میں ملا اور تک زیب اور اسے ساتھ لے کر بڑے اہتمام کے ساتھ کراچی جایا کرتی تھیں اور وہ چھٹیاں بہت ہی اچھی گزرتی تھیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ آنا جانا کم ہوتے ہوتے نہ ہونے کے برابر رہ گیا اور اب تو اکثر فون پر رابطے کے سوا کوئی رابطہ نہ رہا تھا۔ مریم ایم ایس سی کر رہی تھی اور قوی امکان تھا کہ اس کی تعلیم ختم ہوتے ہی ایک بار اسے اس وادی سے کراچی جانے والی تھی۔

☼ ☼ ☼

اسلامیات کی کتاب میں قرآنی سورتیں بمعہ ترجمہ کے شامل تھیں جنہیں یاد کرنے میں اسے دقت محسوس ہوتی تھی۔ کاش وہ عربی زبان اور گرائمر سے واقف ہوتی تو یہ کام کتنا آسان لگتا۔ کالج سے واپس آکر بکھرے ہوئے گھر کو سمیٹنے کے دوران وہ سوچتی۔ میڈم صدیقہ کا نام صدیقہ کے بجائے عزرائیل ہونا چاہیے' ذرا ذرا سی غلطی پر بھی پکڑ کر کلاس سے باہر نکال دیتی ہیں اور قسمت اتنی خراب تھی کہ آرٹس بلاک کے جس کمرے میں اسلامیات کی کلاس ہوتی' اس کے ساتھ کا برآمدہ سائنس بلاک کے بالکل سامنے تھا۔ سزا کے طور پر کلاس سے باہر نکالے جانے والے بچوں کو سائنس بلاک کی بالائی منزل پر موجود کلاس رومز میں کھڑکیوں کے قریب بیٹھے لڑکے لڑکیوں کے مذاق کا نشانہ بننا پڑتا۔

اسلامیات کی کلاس میں دس لڑکیاں اور صرف ایک لڑکا پڑھتے تھے۔ دس میں سے لڑکے سمیت چھ سات طالب علم تو مضمون میں ویسے ہی بہت اچھے تھے۔ دو لڑکیاں اکثر غیر حاضر رہتیں گویا باقی بچ جانے والی دو لڑکیوں میں سے ایک سطوت سجاد تھی جو ہر دوسرے دن کلاس سے باہر نکالی گئی ہوتی تھی۔ اسے اور اس کے ساتھ کھڑی کسی اور لڑکی کو دیکھ کر کھڑکیوں کے ساتھ بیٹھے لڑکے لڑکیاں دانت نکالے ہنسے جا رہے ہوتے' شومئی قسمت اگر کوئی پیریڈ خالی جا رہا ہوتا تو استاد کی غیر موجودگی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے باقی لوگ بھی اٹھ کر کھڑکیوں کے قریب آکر جھانکنے لگتے۔

"ارے اگر سبق یاد نہیں ہوتا تو گھر بیٹھ کر کشیدہ کاری کیوں نہیں سیکھ لیتیں۔"

"ارے ارے دیکھو' پھر باہر کھڑی ہیں اسلامیات کی ماسٹرز!"

"کتنے شرم کی بات ہے' دین مذہب کی چار باتیں ہیں ان کو وہ بھی یاد نہیں ہوتیں۔"

سائنس کے اسٹوڈنٹس کی بلند آواز میں کی گئی یہ گفتگو اور فقرے نیچے کھڑی سزا کا گھنٹہ کاٹتی لڑکیوں کے کانوں تک صاف پہنچتی تھیں۔ وہ ایسے فقرے اور آوازوں سے کٹ کٹ جاتی تھی' لیکن جتنی ایسی باتیں سنتی گئتا ہی جیسے اس کا ذہن کمزور ہوتا چلا جاتا تھا۔ خود پر سے رہا سہا اعتماد بھی اٹھنے لگتا۔

"نہیں میں کبھی بھی پورا سبق یاد کر کے نہیں سنا سکوں گی۔" اسے یقین ہونے لگتا۔ عربی دنیا کی مشکل ترین زبان لگنے لگتی' جبکہ یہ تو اختیاری مضمون تھا' اس کا حال انگریزی لازمی میں اس سے بھی بدتر تھا۔ شکر تھا کہ انگریزی کلاس بالکل مخالف سمت واقع کمروں میں سے ایک میں ہوتی تھی۔ ورنہ سائنس بلاک والے تو اس کا پورے کالج میں جلوس نکال چکے ہوتے۔

"خیر اب تو مجھے عادی ہو جانا چاہیے۔" چولہے سے چائے کی دیگچی اتارتے ہوئے اس نے اس کے نیچے جمی کالک دیکھتے ہوئے سوچا۔ اسکول میں بھی تو یہ ہی کچھ ہوتا تھا۔ جب ہی تو ایک ایک جماعت پاس کرنے میں وہ دو دو سال لگا دیتی تھی۔"

عادی تو خیر ہو جاؤں گی۔" دیگچی کی کالک زیادہ تھی اور اس دن اس کو دھویا نہیں جا سکتا تھا کیونکہ اگلے روز اردو لازمی کا ٹیسٹ تھا جس کے الفاظ مترادف یاد کرنے ہی میں کئی گھنٹے لگنے والے تھے۔ اس لیے اس نے دیگچی اس تل کے نیچے رکھ دی جہاں پہلے ہی دھونے والے برتنوں کا ڈھیر جمع تھا۔

"بلکہ ابھی تک مجھے عادی ہو جانا چاہیے تھا۔" پیڑھی سے اٹھتے ہوئے اسے خیال آیا۔ "اگر ہر روز



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

باقی فقروں کی طرح ایک یہ جملہ میری طرف نہ اچھالا جاتا۔

"ایک! ابھی! جلدی سے ادھر آکر دیکھو تمہاری رٹا مار کزن آج بھی سزا کے طور پر کلاس سے باہر کھڑی ہے۔" اس کی سماعت سے وہ جملہ بازگشت کی طرح ٹکراتا تھا۔

"یہ لڑکی رائنہ اور اس کے وہ تینوں دوست۔" اس نے دانت پیسے۔ خدا کی مار ان پر' خدا جانے کب یہ لوگ کالج سے فارغ ہو کر یہاں سے دفعان ہوں گے۔ ویسے ہی جیسے اسکول سے دفعان ہو گئے تھے کم بخت۔ ان کے اسکول سے جانے کے بعد ہی میں نے سکون سے پڑھنا شروع کیا تھا اب یہاں سے نکلتے نکلتے انہیں کتنا وقت لگے گا۔ اس وقت تک تو مجھ میں روزانہ رات کو روتے روتے ہی سویا کروں گی۔ اس کا دل اپنے دکھ پر دکھنے لگا۔ اب خدا جانے رائنہ کے بلانے پر وہ آکر کھڑکی سے نیچے جھانکتا بھی تھا یا نہیں لیکن سطوت پر تو گھڑوں پانی پڑ جاتا تھا۔ اس کا دل چاہتا پورے ٹائم ٹیبل میں سے اسلامیات کا گھنٹہ نکل جائے یا پھر میڈم صدیقہ کی ٹانگ ٹوٹ جائے اور وہ سال چھ مہینے کے لیے بستر پر پڑ جائیں۔ نہ ان کی کلاس ہو گی نہ ہی سزا ملے گی۔ لیکن اس دل کے چاہنے کا کیا ہے یہ تو بہت سی ناممکن باتیں چاہتا ہے۔

☼ ☼ ☼

اسلامیات کے گھنٹے میں اسے سزا ملے تو اسے دیکھتا تھا یا نہیں لیکن اس روز ڈاک خانے سے واپس آتے ہوئے اس نے اسے ضرور پکڑ لیا تھا۔ کالج سے واپسی پر اس نے ڈاک خانے جانے کے لیے وہ راستہ اختیار کیا تھا جو اسے امی نے بتایا تھا۔ امی کا کہنا تھا کہ اس راستے پر زیادہ لوگوں کا آنا جانا نہیں ہوتا تھا اس لیے اسے گھبراہٹ نہیں ہو گی۔ بستی کا سالوں پرانا ڈاکیہ پاکستان خان اس مہینے امی کا منی آرڈر نہیں دے کر گیا تھا۔ اور ایک بار پھر گھر کے خرچے میں تنگی نے آگھیرا تھا۔

امی کی ٹانگیں دن بہ دن پہلے سے زیادہ کمزور ہو رہی تھیں اور وہ چارپائی سے باتھ روم تک فاصلہ بھی بمشکل طے کر پاتی تھیں' اسی لیے گھر سے باہر کے انتہائی ضروری کام سطوت کے سر ہی۔ آپڑے تھے۔ پاکستان خان' ہر ماہ باقاعدگی سے سات تاریخ تک منی آرڈر پہنچا جاتا تھا لیکن اس ماہ کی پچیس تاریخ تک انتظار کے باوجود اس کے نہ آنے کے سبب اسے امی کے کہنے پر ڈاک خانے تک جانا پڑ رہا تھا۔ وہ راستہ واقعی سنسان اور طویل تھا۔ وہ اپنے دھیان میں چلتی' فاصلہ طے کرنے میں مگن تھی' جب ایک کی موٹر بائیک اس کے قریب آرکی تھی۔

"کدھر؟" کسی سلام دعا کے بغیر اس نے سطوت کے چونک کر رک جانے پر انگلی کا اشارہ کرتے ہوئے پوچھا تھا۔ اور اگر وہ امی کے بتائے ہوئے راستے کے بجائے دوسرے راستے کی طرف چلی جاتی۔ جس کا چند لمحوں پہلے وہ سوچ رہی تھی تو یقیناً" اس کے قریب رکنے والا ایک نہیں بھیڑیا ہوتا جو اسے چیر پھاڑ کر کھا جاتا۔ اسے خیال آیا تھا۔

"ڈاک خانے!" اس کے جواب پر ایک نے حیرت سے دیکھا تھا۔ "وہ کس لیے؟"

"ڈاک خانہ کیوں جاتے ہیں؟" اس نے الٹا سوال پوچھا۔

"نہیں۔" اس نے یوں سر ہلایا جیسے اسے سطوت کی دماغی حالت پر واقعی شک ہو۔ "آج کل لوگ نہ تو چٹھیاں لکھتے ہیں نہ بھیجتے ہیں۔ غلط کہہ رہی ہو تم' بتاؤ کہاں جا رہی تھیں۔"

وہ یقیناً" کوئی نہیں ہوتا تھا اس پر شک و سوال کرنے والا' لیکن سطوت کے ذہن پر استری' تاج چاچا کے اسٹور کا سامان اور کالج میں داخلہ کا قرض سوار تھا۔ اس نے اسے منی آرڈر کے متعلق بتایا۔

"کتنے پیسے بھیجتے ہیں تمہارے ماموں منی آرڈر سے۔" اس نے کوئی اور سوال کرنے کے بجائے رقم کی بابت کیوں پوچھا تھا' یہ سطوت نے نہیں سوچا اور اسے رقم بتا دی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ہوں!" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "تم یہیں رکو' میں پانچ منٹ میں پتا کر کے آتا ہوں تمہارے منی آرڈر کا۔" اس نے بائیک کو کک مارتے ہوئے کہا اور وہ وہیں سڑک کنارے پڑے اونچے پتھر پر بیٹھ گئی۔ اچھا ہی ہوا تھا' جو اس کے بجائے ایک ڈاک خانے تک چلا گیا تھا۔ پتھر پر بیٹھنے کے بعد اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ تو چلتے چلتے تھک چکی تھی۔ کینوس کے بوٹوں میں بند اس کے پیر دکھ رہے تھے۔ وہ پانچ کے بجائے دس منٹ بعد واپس آیا تھا۔ اس کے پاس سلوت کے لیے کچھ اچھی خبر نہیں تھی۔ ماموں نے اس مہینے منی آرڈر نہیں بھیجا تھا۔

"پاکستان خان بھی چھٹی پر ہے ورنہ تمہیں بتا جاتا۔" وہ کہہ رہا تھا۔

پاکستان خان کہاں گیا؟" "منی آرڈر نہ آنے کے صدمے سے بے حال ہوتے ہوئے اس نے خوامخواہ ہی ایک سوال پوچھا۔

"چھٹی پر ہے' بتایا تو ہے۔"

"چھٹی پر کہاں گیا؟" وہ گھر کے خرچے کی تنگی کو چند منٹوں کے لیے بھلا دینا چاہتی تھی شاید اسی لیے بے تکے سوال پوچھ رہی تھی۔

"ہو سکتا ہے ہندوستان گیا ہو یا پھر افغانستان یا ایران یا عربستان۔" "غالباً" وہ اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھ رہا تھا تب ہی اس نے اسے ہنسانے کی احمقانہ کوشش کی تھی۔ لیکن وہ اس کا دل رکھنے کے لیے بھی ہنس نہ سکی تھی۔ اسے رہ رہ کر امی کی دوائیں اور کھانے کا سامان یاد آ رہا تھا۔ اس کا ذہن اعداد و شمار میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ اگلے ماہ اگر سات تاریخ تک انتظار کرنا پڑا تو معاملات کیسے چلیں گے۔ نظر کے سامنے کھڑے اونچے اونچے پہاڑوں کو دیکھتی ہوئی وہ یہی سوچ رہی تھی۔ اس دوران قریب ہی اپنی بائیک سے کمر ٹکا کے' بازو سینے پر باندھے کھڑا وہ اسے دیکھتا رہا تھا۔

"جوس پیو گی' چپس کھاؤ گی؟" اس نے ماحول کا سکوت توڑتے ہوئے بائیک کے ہینڈل سے لٹکے شاپر سے جوس کا ٹن اور چپس کا پیکٹ نکالتے ہوئے پوچھا تھا۔ اور سلوت نے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

اس روز اسے واپسی میں بہت دیر ہو گئی تھی۔ جس وقت وہ گھر واپس پہنچی مغرب کی اذان میں تھوڑا ہی وقت باقی تھا۔ گھروں کی بتیاں جل چکی تھیں اور وادی میں اندھیرا پھیلنے لگا تھا۔

"چاہے میں مر جاتی' اکیلی یہاں پڑے پڑے ہی۔" امی نے اسے دیکھتے ہی چلانا شروع کر دیا تھا۔

"کس نے کہا تھا کہ سیدھے کے بجائے الٹا لمبا اور سنسان راستہ بتائیں۔ ایسے راستوں پر بھیڑیے بھی بیٹھے ہوتے ہیں' پتا ہے نا۔" اس نے ان کے کپڑے بدلواتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں ہاں' اس پوری وادی میں ایک تو ہی تو ریڈ رائیڈنگ ہڈ ہے' جس کا راستہ بھیڑیے نے روکنا تھا۔" امی اپنے پاؤں میں انگلیاں چلاتے ہوئے بولی تھیں۔ جوڑوں کے درد کی دوا کے ری ایکشن سے ان کی جلد خشک ہو رہی تھی جس میں ہر وقت خارش اور جلن ہوتی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ' میں ریڈ رائیڈنگ ہڈ نہیں ہوں' اور میرے راستے میں بھیڑیا بھی نہیں آیا تھا۔ وہ تو فرشتہ ہے شاید جو اپنی چھڑی گھما کر میرے مسئلے ایک پل میں حل کر دینے کے لیے متعین کر دیا گیا ہے۔" اس نے امی کا بستر درست کرتے ہوئے سوچا تھا۔

☼ ☼ ☼

یہ لڑکی تو واقعی کوڑھ مغز اور احمق نکلی۔" رات کو ایک نے سونے سے پہلے بستر پر لیٹے لیٹے سوچا۔ شاید اس میں اس کا بھی کوئی قصور نہیں اسے بچپن ہی سے ایسے حالات ملے کہ اس کی ذہنی نشوونما ہی نہ ہو سکی۔" اسے' اس ہی سہ پہر میں سلوت کی سنائی باتیں یاد آ رہی تھیں۔ سڑک کے کنارے بڑے سے پتھر پر بیٹھی' پیر پر پیر رکھے جوس پینے اور چپس کھانے کے دوران اس نے کیسے ایک کے سامنے اپنا دل کھولا تھا۔

WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اپنے گھر کے عین نیچے والے گھر کے اندر کے حالات سے وہ بھی واقف نہ تھا۔ اسے تو اس حصے کا نقشہ بھی یاد نہ تھا۔ لہٰذا جو نقشہ سطوت کھینچ رہی تھی' اس کے مطابق تو اس گھر میں رہنے کی جگہ بہت کم تھی۔ دادا نے یقیناً" گھر بناتے ہوئے نچلے حصے پر توجہ کم دی ہوگی۔ لیکن اس حصے میں رہنے کا فیصلہ خود چچی قمر آرا نے ہی کیا ہوگا اور پھر جو ترکہ زبردستی لینے پر مصر ہوئی تھیں' اس اصرار میں بھی تو اس نچلے حصے میں رہائش کی ترجیح شامل تھی۔ اس کی وجہ کیا تھی؟ یہ ایبک کی سمجھ میں نہیں آیا تھا' لیکن وہ اتنا ضرور جان گیا تھا کہ اس سرنگ نما لمبائی اور کم چوڑائی کے پورشن کی رہائش ہی وہ کشش تھی جو سطوت کے ذہن کو کمزور کرتا رہا۔

"اسکول' کالج سے نکلنے اور گھر واپس آنے کے بعد سارا دن میرے پاس اتنا وقت ہی کہاں ہوتا ہے کہ میں دھیان سے سبق سمجھ سکوں اور یاد بھی کرلوں۔" سطوت نے اسے بتایا تھا۔ اور پھر گھر میں کوئی پڑھانے والا بھی نہیں ہے۔"

"اور وہ تمہاری امی' وہ تمہیں نہیں پڑھایا کرتی تھیں کیا' جب تم اسکول میں تھیں۔" ایبک نے چپس کھاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"امی!" اس نے ایک سرد آہ کھینچی۔

"تمہاری امی تو تمہیں پڑھایا کرتی تھیں نا۔" اس نے ایبک کی بات کا جواب دینے کے بجائے اس سے سوال پوچھ لیا۔ "مجھے ان کی وہ آوازیں یاد ہیں جو وہ تمہیں پڑھانے کے دوران ڈانٹتے ہوئے بولتی تھیں۔" وہ ایبک کی طرف دیکھتے ہوئے ہلکا سا مسکرا رہی تھی اور اس کی ہلکی بھوری آنکھیں ڈوبتے سورج کی آخری کرنوں کی روشنی میں چمک سی رہی تھیں۔

ایبک نے دلچسپی سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ جو صاف اور بے ریا نظر آرہا تھا۔ اس کی بھوری آنکھوں پر سنہری پلکوں کا سایہ تھا اور اس کی بھویں بھی سنہری ہی تھیں۔ بڑی سی چادر کے نیچے چھپے اس کے بال بھی یقیناً" سنہری رنگ کے ہوں گے' بالکل یوں جیسے گندم کی سنہری بالیاں سورج کی کرنوں سے متعکس ہونے کے بعد نظر آتی ہیں۔

وہ ایک پٹھان ماں کی بیٹی تھی اور اس کے چہرے پر اپنے پنجابی باپ کے گندمی نقوش کا ذرا سا بھی اثر نہ تھا۔

"ہاں' میری بلا مجھے پڑھایا کرتی تھیں اور پڑھاتے ہوئے صرف ڈانٹتی ہی نہیں تھیں' ضرورت پڑنے پر مار بھی لیا کرتی تھیں۔" ایبک نے اسی دلچسپی کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا تھا۔ "اچھی خاصی پٹائی ہوتی تھی میری تو۔"

"مجھے پتا ہے۔" اس نے ہونٹ سکیڑتے ہوئے کہا اور ایسا کہتے ہوئے اس کے چہرے پر اداسی چھا گئی تھی۔ "تمہاری امی کو گھر سے باہر کے کام خود نہیں کرنے پڑتے تھے نا اس لیے۔"

"تو تمہاری امی گھر کے باہر کیا کرتی رہتی تھیں؟ کچھ اندازہ ہے تمہیں؟" وہ روانی میں بول گیا تھا اور اپنی اس بات پر اسے پچھتاوا بھی ہوا تھا جواب میں وہ کچھ نہ بولی بس اس کے صاف بے ریا چہرے پر ایک عجیب سا تاریک سایہ چھا گیا۔

"آئی ایم سوری۔ تمہیں میری بات بری لگی ہوگی۔" اس کے چہرے کے تاثر پر وہ مزید پچھتایا۔

"نہیں کیا کہ تمہاری امی کیا کرتی تھیں۔" جواب میں وہ سر جھٹکتے ہوئے بولی۔ "ہمیں تو بس اتنا پتا ہے کہ ہم اتنے نالائق ہیں کہ اسلامیات کا سبق یاد نہیں ہوتا۔ اور روزانہ سزا ملتی ہے ہمیں۔"

اس نے ایک ہی جملے میں موقع تلاش کرکے اپنی ہفتوں کی خفت کو جھٹکنے کی کوشش کی تھی جو اسے "ایبک! جلدی سے ادھر آکر دیکھو' تمہاری رتنا مارکزن آج بھی سزا کے طور پر کلاس کے باہر کھڑی ہے۔" والے جملے کے ردعمل میں دل میں محسوس ہوتی تھی۔

"تم ایسا کرو کالج سے چھٹی کے بعد اسی راستے سے واپس گھر جایا کرو کل سے۔" ایبک نے اس کی بات سن کر یوں تاثر دیتے ہوئے جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو' ایک بالکل ہی مختلف اور عجیب سی بات کہی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"ہیں!!" جواب میں وہ سٹ پٹا گئی تھی۔ "مجھے پتا ہے کہ میں بہت بے وقوف ہوں، لیکن اتنی بھی بے وقوف نہیں ہوں کہ اس لمبے راستے سے چل کر گھر جایا کروں۔" اس نے لفظ لمبا کو کھینچتے ہوئے کہا تھا۔

"سوچ لو۔" ایبک نے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"میری بات مان لینے میں تمہارا ہی فائدہ ہے۔"

"کیا فائدہ، کیسا فائدہ۔" وہ پلکیں جھپکتے ہوئے بولی۔

"لمبے راستوں پر چلنے سے ذہن کو جلا ملتی ہے۔ وہ فریش ہو جاتا ہے اور اس کی استطاعت بڑھ جاتی ہے۔" ایبک کی منطق یقیناً اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی جب ہی اس کا سوال بنا چہرہ اس کی طرف اٹھا ہی رہ گیا تھا۔

"چلو تم ایسا کرو، دو تین دن ٹرائل کے طور پر اس راستے سے واپس جا کر دیکھو، میری بات سمجھ میں نہ آئے تو پھر بے شک پرانے راستے سے ہی چلی جایا کرنا۔" وہ نرمی سے بولا تھا۔ اب اس کا اٹھا چہرہ دوبارہ اثبات میں ہلا تھا اور پھر اس نے کوئی دوسری بات شروع کر دی تھی۔ اب کے ایبک نے اسے بغیر وقفے کے بولنے دیا تھا۔ اس کی اسی گفتگو کے دوران اس پر سطوت کی کند ذہنی اور بے چارگی کھلتی چلی گئی تھی۔ ساتھ ساتھ کند ذہنی اور بے چارگی کے درمیان تعلق بھی۔

☼ ☼ ☼

عظمیٰ اکنامکس اور ہسٹری پڑھ رہی تھی۔ اس کی چھٹی سطوت سے ایک گھنٹہ پہلے ہو جاتی تھی اور یہ بھی اچھا ہی تھا کہ اسے واپسی پر گھر اکیلے آنا پڑتا تھا ورنہ چھوٹے اور آسان راستے کے بجائے لمبا اور مشکل راستہ اپنانے کے لیے تاویلیں کون گھڑتا۔ وہ پہلے دن کا آزمائشی سفر کر رہی تھی۔ عین اس پتھر کے قریب جس پر کل وہ بیٹھی تھی ایبک اپنی بائیک سمیت کھڑا ملا۔ سطوت کا سانس پھول رہا تھا، اس راستے کے نشیب و فراز اتنے تھے کہ وہ گنتے گنتے گنتی بھی بھول گئی تھی۔

"کیسی رہی یہ واک۔" وہ خوشگوار موڈ میں پوچھ رہا تھا۔

سطوت کا دل چاہا وہ جواب میں اسے وہ سب گالیاں سنا دے جو اس کی امی پشتو میں اس کو دیتی تھیں اور جن کا مطلب اسے نہیں آتا تھا، لیکن اس نے ایسا کچھ نہیں کیا اور پتھر پر بیٹھ کر لمبے لمبے سانس لینے لگی۔

"لو سیب کھاؤ۔" اس نے بائیک کے ہینڈل کے ساتھ لٹکے شاپر سے سرخ سیب نکال کر اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"مجھے سیب پسند نہیں۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"ارے کیوں پسند نہیں، جانتی ہو سیب طاقت کا کتنا بڑا خزانہ ہے۔" وہ حیران ہوتے ہوئے بولا۔ "اینٹی آکسیڈنٹ ہوتا ہے سیب اور اینٹی آکسیڈنٹ غذائیں انسانی صحت کے لیے انتہائی مفید ہوتی ہیں۔"

"اینٹی بایوٹک کا تو سنا تھا یہ اینٹی آکسیڈنٹ کیا ہوتا ہے۔" وہ ہونقوں کی طرح منہ اٹھائے پوچھ رہی تھی۔ جواب میں وہ اس لفظ کی تشریح کرنے لگا۔ اس نے اسے کون سی قابل قدر معلومات سنائی تھیں۔ سطوت نے نہیں سنا، بس اس کا لال لال سیب کچر کچر کھاتی رہی۔

"چلو اب اپنی بکس نکالو۔" وہ قریب ہی پڑے ایک نسبتاً چھوٹے پتھر پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ سطوت نے کچھ سمجھ میں نہ آنے کے انداز میں اسے دیکھا اور بیگ سے کتابیں نکال کر اسے پکڑائیں۔

"ہوں!" وہ ایک نظر سب کتابوں پر ڈالنے کے بعد بولا۔ "اپنا رجسٹر نکالو اب۔" سطوت نے رجسٹر نکالا اور اس کے بعد دنیا کی سب سے عجیب اور انوکھی ٹیوشن کا آغاز ہو گیا۔ ایسی ٹیوشن جو سر راہ پڑھائی جا رہی تھی اور جس کے اصول و ضوابط کسی نے طے نہیں کیے تھے۔ البتہ یہ ضرور تھا کہ ان کتابوں میں لکھی بیشتر باتیں جو ابھی تک سطوت کے پلے نہیں پڑی تھیں، آسانی سے سمجھ میں آنے لگیں۔

"ایب! دیکھو تو آج کی انوکھی بات، تمہاری رٹا مار

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

WWW.PAKSOCIETY.COM



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کزن سڑا کے طور پر کلاس سے باہر کھڑی لڑکیوں میں شامل نہیں ہے آج' خدانخواستہ نصیب دشمناں طبیعت تو خراب نہیں ہے آج اس کی یقیناً" چھٹی پر ہوگی ہے نا۔" اس سے اگلے ہی روز اسلامیات کے پیریڈ میں رائنہ ایک سے کہہ رہی تھی۔

"چھٹی پر تو نہیں ہے' آج صبح میں نے خود اسے کالج کے گیٹ سے اندر آتے دیکھا تھا۔" ظفر نے جواب دیا تھا۔

"ہائیں!" رائنہ کے چہرے پر حیرت تھی اور ایک اپنے کام میں یوں مگن تھا جیسے کچھ سنا نہ ہو۔

☼ ☼ ☼

"طلحہ نے کورٹ میرج کرلی' سنا ہے ماموں سخت ناراض ہیں سب گھر والوں سے۔" اورنگ زیب ناشتا بناتی صالحہ سے مخاطب تھا۔

"یہ بھی رضوان نے بتایا ہے آپ کو۔" کچن میں داخل ہو کر ایک نے ملا کی مدد کی خاطر ریڈ سلاد فسز نوسٹریں رکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم سے تو میں بات ہی نہیں کر رہا۔" اورنگ زیب ابھی تک اس سے ناراض تھا۔

"کیوں' تم کیوں بات نہیں کر رہے بھائی سے۔" صالحہ نے فرائی انڈا پلیٹ میں نکالتے ہوئے پوچھا۔

"ان سے رضوان نے کہا ہے کہ اپنے بھائی سے کبھی کبھی ناراض ہو جایا کرو' صحت کے لیے اچھا ہوتا ہے۔" ایک مسکرایا۔

"ماما! یہ چاروں پوری بستی میں موٹر سائیکلیں دوڑاتے پھرتے ہیں' سارا دن۔ کالج واج کا بہانا ہے آج کل بس۔" اورنگ زیب نے تلملا کر جوابی وار کیا تھا۔

"ہاں سنا ہے رائنہ کو بھی موٹر سائیکل لے دی ہے اس کے ڈیڈی نے۔" صالحہ کو یاد آگیا۔

"صرف ایک دن ہوا ہے اسے موٹر سائیکل لیے ہوئے' اورنگ زیب بھائی اور رضوان نے آپ کو یہ بھی بتادیا۔" ایک ایک دفعہ پھر مسکرایا۔

"تو تم بتاؤ۔ کیا کل تم چاروں کالج ٹائم میں موٹر سائیکل دوڑاتے نہیں پھر رہے تھے' گلیوں اور بازاروں میں۔"

"وہ تو ٹرائل ہو رہا تھا۔ رائنہ کی بائیک کا اور کالج ٹائم میں اس لیے کہ پڑھائی سے فری ہو چکے ہیں ہم فائنل امتحان تک۔" وہ ناشتے کی پلیٹیں اٹھا کر ڈائننگ روم میں جاتے ہوئے بولا۔

"ویسے یہ جو رضوان ہے' اس کا گھر ڈاک خانے کی طرف جانے والے راستے کے دائیں بائیں تو نہیں ہے کہیں۔" ناشتہ کرتے ہوئے کوئی خیال آنے پر اس نے اچانک پوچھا۔

"اس راستے پر کسی کا گھر بھی نظر آیا ہے تمہیں۔" اورنگ زیب اس جملے کو بھی رضوان پر طنز سمجھ کر ناراض ہوا۔

"ہے تو نہیں' لیکن وہ تو رضوان ہے نا' وہ تو کچھ بھی غیر معمولی کر سکتا ہے۔"

"ارے وہ پوسٹ آفس والا راستہ۔" صالحہ نے ناشتا کرتے کہا۔ "وہ تو سدا سے ویران ہے' جب ہم لوگ یہاں آئے تھے تو خچروں پر ڈاک لدی اور لے جائی جاتی تھی۔ شکر ہے اب تو ان خطوں' پوسٹ کارڈوں سے جان چھوٹی' یہ چھوٹا سا کمپیوٹر ہی ڈاک خانہ بن گیا ورنہ تھوڑا تو کبھی ادھر جانا پڑ جاتا تھا تو وہاں کے تصور سے ہی جان ہوا ہوئی جاتی تھی میں تو اکثر پاکستان خان کو بخشش کا لالچ دے کر ادھر سے ہی ڈاک اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا کرتی تھی یا کمپنی کا نائب قاصد کیا نام تھا اس کا بھلا سا۔ وہ لے جایا کرتا تھا اماں ابا کے نام لکھے خط۔"

"گھما دینے والا راستہ ہے' اتار اور چڑھاؤ سے بھرا ہوا' میں تو مر کر بھی ادھر جانا پسند نہ کروں' شکر ہے قبرستان بستی کے اندر ہی ہے۔" اورنگ زیب نے ناک چڑھا کر سر ہلایا۔

"بہت اچھا کیا محکمہ ڈاک نے جو اپنا ڈاک خانہ ادھر بنالیا' نہ وہاں کوئی جاتا ہے نہ وہاں سے آتا ہے۔ فارغ بیٹھ کر تنخواہ کھانے کا اچھا موقع مل جاتا ہے انہیں۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ایبک کا دل اس ساری گفتگو کے اختتام پر بہت خوش اور مطمئن تھا۔ نجانے کیوں۔

☼ ☼ ☼

جب استاد ذہین اور شاگرد کا ذہن دنیا کی ہر دوسری چیز سے ہٹا کر صرف پڑھائی پر لگا دینے والا ہو تو کمزور سے کمزور شاگرد بھی کچھ نہ کچھ پڑھ ہی جاتا ہے ایسا ہی سطوت سجاد کے ساتھ ہو رہا تھا۔ وہ دیر سے گھر واپس آنے پر امی سے سو صلواتیں سنتی' کالج چھڑوا کر گھر بٹھا لینے کی دھمکیاں جھیلتی' طویل راستے سے گھر واپس آنے کی مشقت جھیلتی۔

ان کتابوں میں لکھی وہ باتیں سمجھ اور یاد کر رہی تھی جو اس سے پہلے دسیوں بار پڑھنے اور یاد کرنے پر بھی پلے نہیں پڑی تھیں۔ وہ یہ سب کیوں کر رہا تھا۔ اس کے دل میں سطوت کے لیے ترحم تھا' وہ اس پر اتنا بڑا احسان کر رہا تھا۔

اسے سطوت کے ساتھ اپنے باپ کے تعلق کا لحاظ تھا یا وہ خود ہی بہت نیک دل تھا۔ سطوت اتنی لمبی چوڑی سوچوں میں زندگی بھر نہیں پڑی تھی۔ جو اسے سمجھ اور نظر آ رہی تھی وہ ایک ہی بات تھی' دن بہ دن اس کو مختلف کلاسوں میں ملنے والی سزائیں کم ہونے لگی تھیں اور وہ سر اٹھا کر ٹیچرز کو سبق سنانے اور لکھ کر دیے ٹیسٹ دکھانے لگی تھی۔ وہ دنیا جس میں آپ کو سر اٹھا کر جینے کا موقع مل جائے' چاہے کتنی مختصر اور محدود کیوں نہ ہو' آپ کا دل اسی میں لگنے لگتا ہے۔

سطوت کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو رہا تھا۔ اس کا دل ایک عجیب سی خوشی سے سرشار اور مطمئن رہنے لگا تھا۔ اسے کبھی یہ سوچنے کا خیال ہی نہیں آیا تھا کہ اس کی خوشی اور اطمینان کی اصل وجہ کیا تھی۔ اس کے نزدیک کلاس کی چار دیواری کے اندر اٹھا ہوا اس کا اپنا وہ سر ہی تھا جو اسے ناقابل تسخیر قلعے فتح کر لینے کی سی خوشی دیتا تھا۔ وہ نہیں جانتی تھی کہ اس خوشی کے پس پردہ وہ احساس کس قدر خوش کن تھا کہ کوئی دوسرا تھا جسے اس کی فکر تھی' جو اس کے مسائل پر توجہ دیتا تھا جو اس کا خیال رکھنے لگا تھا۔ وہ سراہٹ کے کسی بھی احساس سے وہ اتنی ناآشنا تھی کہ اس کا دھیان اس بات کی طرف کبھی گیا ہی نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

ایبک کی برسوں سے چلتی ایک سی روٹین میں ایک نامحسوس سی تبدیلی آ رہی تھی اور یہ تبدیلی ظفر اور معاذ سے زیادہ رائنہ کو محسوس ہو رہی تھی۔

"آخر وہ روزانہ کالج سے آف ہو کر کہاں نکل جاتا ہے۔" اس روز ظفر کے گھر کے گیراج میں لوہے کے ایک ٹکڑے پر رنگ پھیرتے ہوئے اس نے اپنی الجھن کو الفاظ دے ہی دیے تھے۔

"وہ چواین لائی کے ساتھ اپنا تعلق بڑھانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔" ظفر نے کسی پرانی گاڑی کے ہینڈل کی ساخت کو غور سے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ یہ ہینڈل اس گاڑی کے دروازے کے لیے ناموزوں تھا جسے وہ آٹومیٹک طور پر کسی توانائی کی طاقت سے چلانے کا ارادہ رکھتے تھے۔

"اکیلے ہی اکیلے۔" رائنہ نے روغن کیا لوہے کا ٹکڑا گیراج سے باہر لے جا کر کھلی ہوا میں سوکھنے کے لیے رکھا۔ "ہم کیوں نہیں ہوتے اس کے ساتھ' چواین لائی سے تعلقات بڑھانے کے وقت۔"

"اس لیے کہ ہم میں سے کسی کو بھی فارن کو لیفائیڈ کہلانے کا شوق نہیں۔" ظفر پرسکون لہجے میں بولا گویا جیسے اسے ایبک کی بدلی ہوئی روٹین سے کوئی سروکار نہ ہو۔

"چانس مل رہا ہو تو لے لینے میں کیا حرج ہے' ہم بھی تو جا سکتے ہیں باہر پڑھنے کے لیے۔" رائنہ نے برا سا منہ بنایا۔ "وہ ہمیں اپنی اس کوشش سے الگ کیوں رکھتا ہے۔"

"پیر پھیلانے سے پہلے اپنی چادر ضرور دیکھنی چاہیے' کتنی چوڑی اور کتنی لمبی ہے۔" معاذ گاڑی کے رنگ کے ڈھانچے سے باہر نکل کر بولا۔ "ایبک محنتی اور لائق فائق ٹائپ ہے' اس کے لیے بنتا ہے

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com

WWW.PAKSOCIETY.COM



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لونچے خواب دیکھنا اور ہم۔" اس نے سر جھٹکا۔
"پاس ہو جانا ہی غنیمت ہے۔"
"وہ بھی ایک کے بنائے نوٹس کے بل پر۔" ظفر نے منہ میں چیونگم کس نکال کر کہا۔
"یعنی ابھی سے ایک سولو فلائٹ لینے لگا ہے۔" رائنہ نے برا مانتے ہوئے کہا۔ اس کے لیے یہ حقیقت تسلیم کرنا مشکل تھا کہ وہ چاروں جو ایک دوسرے کو اپنے اپنے مشغلوں سے ناواقف نہیں رکھتے' ایک انہیں اپنے مستقبل کے منصوبوں سے بے خبر رکھ رہا تھا۔
"کیوں سر کھپا رہی ہو رائنہ؟" معاذ نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ "اور وہ بھی ایک فضول اور بے کار سی بات پر۔ جلد یا بدیر ہم تینوں کو بھی اپنی اپنی سولو فلائٹس پکڑنی ہی ہیں۔ ہم میں سے کسی کا بھی انٹرسٹ نہیں ہے جو ایک کرنا چاہتا ہے۔ تمہارا اپنا بھی نہیں پھر اس میں برا ماننے والی کیا بات ہے۔"
"ایگزیکٹلی۔" ظفر نے گیراج کے ساتھ لگی پانی کی ٹونٹی کھول کر ہاتھ دھوتے ہوئے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔ "فائنل ایئر کے فوراً بعد میں اسلام آباد جانے والا ہوں۔ چچا کے پاس ٹھہر کر انٹری ٹیسٹ کی تیاری کروں گا۔ اب تم اس پر بھی برا مان جاؤ گی' ہے نا؟" وہ مسکرایا۔ "کیونکہ تم انٹری ٹیسٹ میں جانے کا ارادہ نہیں رکھتیں' لیکن کبھی کہ ظفر اکیلا کیوں چلا گیا اسلام آباد۔"
رائنہ کچھ دیر وہیں کھڑے کھڑے ظفر کو یوں دیکھتی رہی جیسے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر سر جھکا کر چلتی گیراج سے باہر کھڑی اپنی بائیک کی طرف مڑ گئی۔ ظفر اور معاذ نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور سر جھٹک کر مسکرا دیے۔
"نہیں۔" بائیک اسٹارٹ کر کے ظفر کے گھر سے باہر لاتے ہوئے رائنہ نے سوچا تھا۔ "اسے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا کہ ظفر اور معاذ آگے چل کر کیا کرنے والے تھے۔ اس کے ذہن میں خود اپنے بارے میں بھی کوئی ایسا منصوبہ نہیں تھا کہ اسے بی ایس سی کے بعد کیا کرنا تھا' لیکن پھر بھی اسے اس بات سے بہت فرق پڑتا تھا کہ ایک اپنے لیے کیا منصوبہ بنا رہا تھا اور اس کے لیے وہ کیا کر رہا تھا۔ اگر ایک چواین لائی سے مدد لینے کے لیے کالج کے بعد ان کے گھر پر ان سے ملنے جاتا تھا تو باقی تینوں کو بھی اس کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ ظفر اور معاذ کو اگر ایسی ملاقاتوں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی تو بھی رائنہ کو ایک کے ساتھ ضرور ہونا چاہیے تھا اور اگر ایسا نہیں تھا تو اس کا مطلب تھا کہ ایک رائنہ کو نظر انداز کر رہا تھا۔
اس کے دل میں تپش سی اٹھنے لگی تھی۔ اسے خود بھی احساس نہیں ہوا تھا کہ اس کی بائیک کس سمت جا رہی ہے' لیکن ٹھیک پندرہ منٹ بعد اس نے خود کو ایک کے گھر کے نیچے کھڑے پایا تھا۔ بائیک کھڑی کر کے سر پر پہنا ہیلمٹ اتار کر ہاتھ میں پکڑے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے ہوئے ایک کی چچی قمر آرا کے گھر کے کھلے دروازے سے باہر نکل کر پھیلتی جہاں آرا کی بڑبڑاہٹ اس کے کانوں سے ٹکرائی تھی۔
"معذور اور بے بس ماں' گیلے کپڑوں میں پڑی تھرتھراتی رہے' یہاں پروا کس کو ہے۔" اس نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے یہ الفاظ سنے اور اس کے بعد پشتو زبان میں دی جانے والی گالیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ وہ اس آواز اور ان الفاظ کو نظر انداز کر کے باقی کی سیڑھیاں چڑھتی اوپر چلی آئی تھی۔
"کیا حال ہے بہادر اور قابل فخر لڑکی۔" حسب معمول صالحہ آنٹی نے اس کا پرتپاک استقبال کیا تھا۔ وہ اس کے اپنی بائیک لے لینے اور بلا خوف اسے اڑاتے پھرنے پر بہت خوش تھیں۔
"اچھا ہے نا اب موقع بے موقع تمہیں ایک کی منتیں تو نہیں کرنی پڑتی ہوں گی نا کہ تمہیں وقت پر گھر پہنچا دے۔" وہ کہہ رہی تھیں۔
"اس' میری ذمہ داری سے تو وہ آزاد ہو گیا ہے۔" رائنہ نے منہ بسور کر کہنا چاہا تھا۔ "جب ہی اپنی مرضی کے راستوں پر اڑنے لگا ہے۔" لیکن وہ یہ بات ان سے کہہ نہ پائی تھی۔ کیا خبر ان کو برا لگ جاتا۔ ان کا بیٹا



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آخر اس کا ڈرائیور تو تھا نہیں جو وہ اس کی شکایت کرتی۔ پھر بھی وہ بے لفظوں میں ان سے ایک کی بدلی ہوئی روٹین کا ذکر کرنے سے باز نہ رہ سکی۔

"اچھا!" وہ چونکے بنا بولی تھیں۔ "وہ چواین لائی سے دوستی بڑھانا چاہتا ہے۔" انہیں قدرے تعجب ہوا تھا' لیکن اگلے لمحے وہ مسکرا دی تھیں۔ "میں نے ایک کے پلانز میں دخل اندازی کرنے کا کبھی سوچا بھی نہیں کیونکہ وہ میرا ایسا بیٹا ہے جس نے ابھی تک اپنا راستہ خود بنایا ہے اور آگے وہ کیا کرنے والا ہے' کہاں جانے والا ہے' یہ بھی وہی بہتر جانتا ہے۔ مجھے اس کی وزڈم (سمجھ داری) پر کوئی شک نہیں۔"

"اچھا!" رائنہ کے دل کی تپش حالو سے اتنی سی بات کر کے پہلے سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔ "بھلے وہ کہیں دور' پردیس ہی کیوں نہ چلا جائے پڑھنے کے لیے۔"

"ہاں تو چلا جائے۔" وہ بالکل بھی جذباتی نہیں ہوئی تھیں۔ "اس کی صلاحیتیں اپنا راستہ خود بنائیں گی۔ دیس میں بھی اور پردیس میں بھی۔" رائنہ نے ان کی طرف یوں دیکھا تھا جیسے انہوں نے بہت غیر متوقع بات کہہ دی ہو' لیکن وہ ان کے ساتھ بحث نہیں کر سکتی تھی کیونکہ بحث کرنے کے لیے کسی وجہ کی' کسی منطق کی ضرورت تھی اور رائنہ کو فی الحال کوئی وجہ اور منطق سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

تاج چاچا کے رجسٹر میں ابھی کے کھاتے میں ادھار کے نام پر کوئی بھی رقم باقی نہیں تھی۔ سطوت نے کھاتے کی تفصیل چار بار چیک کی اور پھر بھی اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کے اپنے حساب سے وہ ڈھائی ہزار کی رقم ہونی چاہیے تھی جب کہ وہاں کھاتہ صاف تھا۔

"میرا دماغ اور حساب کمزور ہے۔" اس نے تیسری بار سوچنے کے بعد فیصلہ کیا۔ "بھول جاتی ہوں' پرانا حساب دماغ میں باقی رہ گیا' یہ یاد نہیں رہا کہ وہ تو چکا دیا تھا۔" وہ خود پر مسکرائی۔ کب چکا دیا تھا' یہ سوچنے کی زحمت کرنے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ خوش تھی کہ پچھلا کھاتہ صاف ہونے کی وجہ سے اب وہ اپنی مرضی سے دل کھول کر خریداری کر سکتی تھی اور اس نے دل کھول کر ہی خریداری کی تھی۔

وہ بڑے بڑے شاپرز اس کے گھر تک کیسے پہنچیں گے' ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ بوتل کے کسی جن کی طرح ایک کی موٹر بائیک گھوں گھوں کرتی تاج چاچا کی دکان پر آ رکی۔

"کیا اتنا ظلم خرید ڈالا تم نے آج۔" وہ پردے کے پیچھے کھڑی سطوت کا عکس دکان کے شوکیس کے شیشے میں دیکھ کر بلا تکلف پردے کے پیچھے والے حصے میں چلا آیا تھا اور سطوت کے سامنے بڑے بڑے شاپرز رکھے دیکھ کر اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں۔

"کچھ نہیں' بس وہی مہینے بھر کا سودا۔" ایک عجیب سی فرحت اور سکون کی کیفیت کی سرشاری میں ڈوبی سطوت نے بے نیازی سے جواب دیا تھا۔

"دماغ ٹھیک ہے تمہارا۔" وہ شاپرز کے اندر جھانکتا ہوا بولا۔ "اتنی فضول خرچی اور یہ بے کار کی چیزیں۔" وہ شاپرز میں ہاتھ ڈال کر چیزیں باہر نکالتے ہوئے بولا۔ سطوت کے دیکھتے ہی دیکھتے اس کی نکالی ہوئی چیزیں تاج چاچا کے کاؤنٹر کے اوپر واپس جا چکی تھیں۔ اچار' چٹنیوں اور مربوں کے جار' کارن فلیکس' ٹشو پیپر کے ڈبے اور نجانے کیا کچھ۔

"یہ والیں' گھی' چینی' صابن' سرف اور ٹوتھ پیسٹ وغیرہ بہت کافی ہیں۔" وہ ہاتھ جھاڑتے ہوئے بولا تھا۔ "چلو اٹھاؤ انہیں اور چلتی بنو۔" اس نے نیا بل بنوانے کے بعد چٹکی بجاتے ہوئے اسے وہاں سے اٹھ جانے کا اشارہ دیا تھا۔

سطوت کی پھیلی ہوئی آنکھیں کبھی ایک کو اور کبھی اپنے شاپرز سے نکلی ہوئی چیزوں کو دیکھتی تھیں اور کبھی تھوڑے سے سامان کو اپنے اندر سموئے سکڑے سمٹے شاپرز پر جا ٹھہرتیں۔ کچھ ہی دیر پہلے یہ تھیلے کیسے پھولے پھولے اور بھاری نظر آ رہے تھے۔ اس کا دل اداس ہونے لگا' لیکن یہ ہوتا کون تھا اس پر اپنی مرضی مسلط کرنے والا۔ لمحہ بھر کو اسے ایک پر شدید غصہ آیا تھا اور اس نے اسی غصے میں کچھ بولنے کے لیے اس کی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

طرف دیکھا بھی تھا۔

"دیکھ کیا رہی ہو اٹھاؤ شاپنگ بیگ اور کھسکو یہاں سے۔" اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ ڈپٹ کر بولا تھا۔ "باہر اندھیرا پھیل رہا ہے' لگتا ہے تمہیں تماشا بننے کا شوق وراثت میں ملا ہے۔"

اس نے سخت بات کہہ دی تھی' اتنی سخت کہ سطوت کا دل اس کی چبھن سے پل بھر میں خون خون ہونے لگا تھا۔ لمحہ بھر پہلے جو پھر کر اس سے سوال کرنے والی تھی کہ وہ ہو تا کون تھا اس پر یوں رعب ڈالنے والا' لمحہ بھر کے اندر ہی اس رعب کے زیر اثر منمناتی ہوئی کمزور لڑکی بن کر رہ گئی تھی۔ بے جان ہاتھوں سے شاپر اٹھا کر اس نے چادر سے جڑا نقاب چہرے پر ڈالا اور دکان سے باہر نکل گئی۔

"احمق گدھی۔" اس کے جانے کے بعد ایک نے بھنا کر سوچا۔ "یہ کیا جانے کہ اس کے اس سودا سلف کا بل چکانے کی خاطر کتنی بار میں اپنا جیب خرچ قربان کر چکا ہوں۔ نجانے کیوں یہ لڑکی سوچنے اور غور کرنے کی صلاحیت سے اس قدر محروم ہے۔" اس کی نظر سطوت کے سامان سے نکالے ہوئے ڈبوں اور جار پر جا رکی۔ "بے مقصد اور بے جا اخراجات۔" اس نے اس سامان کی مالیت کا اندازہ لگاتے ہوئے سوچا۔ اس کی امی نے بھی اسی اسراف کے ہاتھوں جائیداد' بینک بیلنس سب لٹایا۔" اس نے سر جھٹکا اور ان جار بوتلوں اور ڈبوں کے درمیان رکھے ایک کپ کیک اور اس کے ساتھ دھری نازک اور ننھی سی موم بتیوں کے پیکٹ کو تمسخرانہ نظروں سے دیکھا۔

"وہ تو شکر ہے کہ میں بروقت پہنچ گیا ورنہ یہ تو مجھ پر نجانے کتنا ادھار چڑھا جاتی' احمق۔۔۔ یہ بھی نہیں جانتی کہ اس کے ماموں اب باقاعدگی سے منی آرڈر نہیں بھیج سکیں گے۔ ڈاک خانے میں آئی ان کی چٹھی کے مطابق وہ ریٹائر ہو چکے ہیں اور اب باقاعدہ خرچ بھیجنے کی پوزیشن میں نہیں۔" اسے رہ رہ کر سطوت پر غصہ آرہا تھا۔ "مگر یہ شاہ خرچی جو اسے اپنی ماں سے وراثت میں ملی ہے۔ اس کے ہاتھوں لگتا ہے بہت مجبور ہے' پاگل۔"

کپ کیک اور موم بتی کے پیکٹ پر نظریں جمائے وہ کتنی دیر سوچتا رہا تھا۔

مگر وہ بات جو تاج چاچا کے اسٹور پر کھڑے' سطوت کی شاہ خرچ طبیعت پر کڑھنے کے دوران اس کے ذہن میں ایک بار بھی نہیں آئی تھی وہ اس رات بستر میں لیٹے ڈسکوری میگزین کے صفحے پلٹتے اچانک اس کے ذہن میں کرنٹ کی طرح دوڑ گئی تھی۔

"گڈ!" وہ میگزین چھوڑ کر تیزی سے اٹھا اور اپنی الماری کے دراز میں رکھے کاغذات الٹنے پلٹنے لگا۔ ان کاغذات میں دھری اسے اس ٹرانسپورٹ کور والی فائل کی تلاش تھی جس میں سطوت سجاد کے ڈاکومنٹس کی فوٹو کاپیاں بچی تھیں۔

"اچھا!" اس نے فائل ملنے پر اس کے کاغذات دیکھتے ہوئے سر ہلایا تھا۔ اس کے ذہن میں کرنٹ کی طرح دوڑ جانے والا خیال بالکل صحیح تھا۔ اکیس اپریل سطوت سجاد کا یوم پیدائش تھا اور وہ کپ کیک اور موم بتیاں اس کی نظروں کے سامنے تاج چاچا کے کاؤنٹر پر رکھی یہ دونوں چیزیں دوڑ گئیں۔

"وہ اپنی سالگرہ منانا چاہتی تھی' سیلیبریشن" بیڈ پر واپس بیٹھ کر وہ سوچ رہا تھا۔

"اپنی ماں کی الٹ ہے یہ بچی۔" اسے تاج چاچا کی کہی بات یاد آئی۔ "اتنی قرآرا تو یوں منٹوں سیکنڈوں میں حساب کر لیتی تھی' جیسے تفریق کی بڑی ماہر تھی۔ مگر یہ بچی ذہن ہلکا ہے اس کا۔" تاج چاچا نے اپنی کنپٹی پر انگلی رکھتے ہوئے کہا تھا۔ "ابھی تھوڑی دیر پہلے اپنا کھاتہ دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی کہ اس کی طرف تو لمبا حساب باقی تھا' میں نے کہا دیکھ لو کوئی حساب باقی نہیں' تو بغیر سوچے سمجھے بولی شاید اسے بھول گیا' وہ حساب چکا چکی تھی۔" تاج چاچا ہنس رہا تھا۔ "بتاؤ بھلا انسان کا حافظہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اسے یہ بھی یاد نہ رہے کہ اس نے کوئی کام مہینہ بھر پہلے کیا تھا یا نہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ ابھی پوچھے گی کہ کس نے۔۔۔ چکائے پیسے مگر وہ تو خوش ہو گئی کہ اس نے پیسے چکا دیے تھے اور اسے یاد ہی نہیں رہا۔"

"وہ خوش تھی اور میں نے اس کی ساری خوشی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

غارت کردی۔" ایبک نے سر جھٹکا۔ اسے رہ رہ کر وہ کپ کیک اور موم بتیاں یاد آرہی تھیں جنہیں برتھ ڈے کینڈلز کہا جاتا تھا۔ بچوں کی سی وہ خوشی اور خواہش نجانے وہ کتنے عرصے بعد پوری کرنے جارہی تھی۔ خدا جانے کبھی اس کی سالگرہ کسی نے منائی بھی تھی یا نہیں۔ اس سیلن زدہ گھر کے افسردہ ماحول میں برتھ ڈے کینڈلز جلا کر شاید اپنے لیے وہ زندگی کی حرارت پیدا کرنا چاہتی ہو اور میں نے۔" اسے خود پر غصہ آنے لگا۔ "کیا تھا جو میں اس بار اسے وہ سارا سامان لے جانے دیتا اور آئندہ کے لیے منع کردیتا' آرام سے' نرمی سے اور سہولت سے۔"

بے دلی سے اس نے ٹرانسپورٹ کو رولی فائل اٹھائی اور واپس دراز میں رکھ دی۔

☼ ☼ ☼

وہ اس روز ایبک سے کہنا چاہتی تھی کہ موسم صاف اور دن چمک دار اور روشن ہے لہٰذا ان چاروں کو وادی میں اپنی اپنی بائیکس پر گھومنا پھرنا چاہیے۔ بہت دن ہو چلے تھے ایسی تفریح کیے' فائنل امتحان کا بوجھ دن گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑھتا چلا رہا تھا۔ اور ان بوجھل دنوں کی یکسانیت توڑنے کے لیے یہ تفریح ضروری تھی۔ لیکن آخری کلاس ختم ہوتے ہی وہ سر صابر کے پیچھے تیزی سے باہر نکل گیا تھا بغیر ان تینوں سے بات کیے۔

رائنہ نے اپنے ڈیسک پر سے کتابیں اٹھا کر بیگ میں ڈالتے ہوئے معاذ اور ظفر کی طرف دیکھا' یقیناً اس کی نظروں میں ایبک کے لیے گلہ تھا۔

"کینٹین چلتے ہیں' تازہ سموسوں کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی ہے۔" ظفر اس کی نظروں کے شکوے کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنے بیگ کا اسٹریپ کندھے پر چڑھاتے ہوئے بولا تھا۔

"وہ ضرورت سے زیادہ بلکان ہو رہا ہے' حالانکہ وہ خود بھی جانتا ہے کہ اس کالج کی حد تک تو اسے کوئی چیلنج نہیں کر رہا۔" کینٹین میں بیٹھ کر سموسوں اور چائے کا انتظار کرتے ہوئے معاذ نے خیال ظاہر کیا تھا۔

"ہاں چوائس لائی کی حد تک تو چلو ٹھیک تھا۔" ظفر کینٹین میں بیٹھی فرسٹ اور سیکنڈ ایئر کی لڑکیوں کی جھینپی مسکراہٹیں تاڑ رہا تھا۔ "لیکن سر صابر!!" اس نے سر جھٹکا۔ "یہ ایک مضحکہ خیز آئیڈیا ہے۔ سر صابر سے گائیڈ لائن لینا جبکہ وہ دو سالوں میں کلاس کے اندر بھی ٹھیک سے پڑھانے میں ناکام رہے ہیں اور آج بھی وہ فائنل امتحان کے لیے خاص طور سے بلائی گئی کلاس کو بدلیات دیتے رہے' وہ بھی امتحانی پرچے میں درج اصول و ضوابط کی طرح رٹی رٹائی بدلیات۔ ہونہہ۔" معاذ نے مسکرا کر سر جھٹکا۔

"یار! ہم بھی اتنے سال اس کالج میں ان ٹیچرز کے ساتھ ہاکی ہی کھیلتے رہے' پڑھنے وڑھنے کا تو نام ہی بدنام کیا۔"

"لیکن وہ ہے کہاں' کیا اب تک سر صابر کے پاس اسٹاف روم میں بیٹھا ہے۔" رائنہ کی سوئی اسی پر اٹکی تھی۔

"صرف سر صابر ہی نہیں' باقی لوگوں سے بھی الوداعی ملاقاتیں کر رہا ہوگا۔ کالج میں الوداعی دن جو ہے اس کا۔" معاذ نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "تم سموسے کھاؤ اور چائے پیو گرما گرم' اس کی فکر چھوڑ دو آجائے گا۔ ابھی اپنی پی آر بڑھانے کے بعد۔" ظفر اور معاذ چائے کے ساتھ ساتھ گپیں لگانے میں مگن تھے مگر رائنہ کی پریشان نظریں کینٹین کے دروازے پر جمی رہیں۔ اس کے اندر کسی ان ہونی ــــ کے ہو جانے کا خوف سا اٹک گیا تھا۔ وہ اپنے سانس کے زیر و بم میں پھنسی اس خوف کی انی نکال پھینکنا چاہتی تھی مگر چاہنے کے باوجود ایسا کر نہیں پا رہی تھی۔

اس کے ساتھ معاذ اور ظفر بھی لاشعوری طور پر اس کے کینٹین میں چلے آنے کے منتظر تھے لیکن وہ رائنہ کی نظروں کے سامنے کینٹین کے کھلے دروازے میں سے نظر آتا' موٹر سائیکل اسٹینڈ سے اپنی بائیک نکال کر تیزی سے گزر گیا تھا۔ یہ سب چشم زدن میں ہوا تھا اور وہ معاذ اور ظفر کی توجہ اس کے نکل جانے کی طرف مبذول نہ کرا سکی۔

(دوسری اور آخری قسط آئندہ ماہ ان شاء اللہ)



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

عنیزہ سیّد

# خواب جزیرہ

ایک چھوٹے سے پہاڑی علاقہ میں ایبک اپنی والدہ صالحہ بیگم اور بڑے بھائی اورنگ زیب کے ساتھ مقیم تھا۔ اس کے والد کا انتقال ہو چکا تھا۔

معاذ، رائنہ، ایبک اور ظفر دوست تھے۔ وہ انجینئرنگ کے طالب علم تھے اور ایک پروجیکٹ پر مل کر کام کر رہے تھے۔ وہ سب ایبک کے گھر پر جمع ہو کر کمبائن اسٹڈی کرتے تھے۔

ایبک کے گھر کے نچلے حصے میں اس کی چچی قمر آرا اپنی بیٹی سطوت کے ساتھ رہتی تھی۔ ایبک کے چچا کا انتقال ہو چکا تھا۔ قمر آرا کی زبان درازی سے ایبک کے دادا عاجز تھے۔ انہوں نے قمر آرا کو اپنے بیٹے کے انتقال کے بعد گھر کے نچلے پورشن میں جگہ دی تھی جو بہت تاریک اور سیلن زدہ تھا۔ قمر آرا کا کردار مشکوک تھا اور دادی میں اس کے کردار کے متعلق طرح طرح کی باتیں مشہور تھیں۔ صالحہ بیگم، قمر آرا سے نہیں ملتی تھیں۔

قمر آرا شدید بیمار تھی۔ سطوت پڑھائی میں بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ ایک رات شدید سردی میں ایبک قمر آرا اور سطوت کی گفتگو سنتا ہے تو انہیں استری کی ضرورت تھی۔ وہ اپنے گھر کی استری انہیں دے دیتا ہے۔ پھر ایبک کو پتا چلتا ہے کہ قمر

## مکمل ناول

visit for more novels
www.urdunovelbank.com

Downloaded From
Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آرا کریانہ اسٹور کے مالک کی مقروض ہے' تب وہ سارا قرض بھی ادا کر دیتا ہے' اور سطوت کو آگے پڑھنے کے لیے کہتا ہے۔ وہ سطوت کو وقت دینے کے لیے اپنے دوستوں سے دور ہوتا ہے تو رائنہ مشکوک ہو جاتی ہے۔ اسے یہ سوچ کر جلن محسوس ہوتی ہے کہ ایبک کی زندگی میں کوئی لڑکی آگئی ہے۔

## دوسری اور آخری قسط

میلن اس کی نظروں میں ایبک کی بائیک کے ساتھ لٹکے شاپر سے جھانکتے پھولوں کی جھلک کھب سی گئی تھی۔

"مجھے آج ادھر نہیں آنا تھا لیکن پھر آگئی' صرف تمہیں یہ بتانے کے لیے کہ میں کل سے سیدھے اور چھوٹے راستے سے واپس گھر چلی جایا کروں گی۔" وہ پھولے ہوئے منہ کے ساتھ روٹھی ہوئی آواز میں اسے بتا رہی تھی۔

"اچھا' لیکن کیوں؟" ایبک نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"ویسے ہی۔" اس نے اپنا منہ دوسری طرف موڑ لیا تھا۔ "مجھے واپسی پر دیر ہو جاتی ہے اور روزانہ امی سے جھڑکیاں کھانی پڑتی ہیں۔"

"واہ!" وہ گھوم کر اس طرف آتے ہوئے بولا جدھر اس نے اپنا منہ موڑا تھا۔ "اتنے دنوں بعد امی کی جھڑکیاں بُری لگی ہیں۔"

"بری نہیں لگیں۔" اس نے سر ہلایا۔ "مجھے ان کی عادت ہو چکی ہے اور خود کو پڑی عادتیں بُری نہیں لگا کرتیں۔ بے شک بندہ انہیں چھوڑ دینا چاہتا ہو۔"

"صحیح کہہ رہی ہو تم۔" وہ سر ہلاتے ہوئے بولا۔ "جیسے اس راستے سے گھر واپسی کی عادت۔" وہ کولہوں پر ہاتھ رکھے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ "جو تمہیں پڑ چکی ہے۔" وہ پورے یقین کے ساتھ مسکرایا تھا۔ "اور اب تم چاہے اسے چھوڑ دینا چاہتی ہو لیکن یہ تمہیں بُری نہیں لگتی۔"

جواب میں وہ خاموش رہی تھی۔ اس کی نظریں صاف' کھلے' نیلے آسمان پر اڑتے پرندوں پر جمی تھیں۔ پرندے جو پورا موسم کسی اور نگر میں گزارنے کے بعد واپس اس وادی میں لوٹے تھے۔ اس کو خاموش پا کر وہ اپنی بائیک کی طرف چلا گیا تھا اور ایک دو لمحوں کے بعد واپس اس کی نظروں کے سامنے آگیا تھا۔

"اچھا چھوڑو' یہ لو۔۔۔ میں نے تمہارے لیے بنایا ہے۔" اس نے چونک کر دیکھا' وہ زرد و سفید خود رو ڈیزی کا ایک چھوٹا سا گلدستہ تھا۔ زرد پتیوں کے مرکز کے گرد کھلی سفید پتیاں۔ یہ پھول بہار کی آمد پر پوری وادی میں جابجا نمودار ہونے لگتے تھے اور ہوا کے دوش پر ایک مانوس سی خوشبو سارے علاقے میں پھیلی رہتی' کچھ دیر پھولوں کو تکتے رہنے کے بعد سطوت نے نظر اٹھا کر ایبک کی طرف دیکھا۔

"لے لو' تمہارا برتھ ڈے گفٹ ہے۔" اس نے پھولوں والا ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ سطوت نے خفگی سے منہ موڑ لیا۔ اسے زندگی میں پہلی بار اپنے ساتھ اپنی سالگرہ منانے کا خیال آیا تھا جب ہی اس نے اس بے وجہ خریداری کے ساتھ وہ ننھا سا کپ کیک اور گلابی' سفید دھاریوں والی منی منی سی موم بتیاں بھی خرید لی تھیں۔ گزرا کل جس میں وہ ایک انجانی سی مسرت میں گرفتار تھی اور مسرت کے ان لمحوں نے شاید واقعی ہی اسے اپنی اوقات بھلا دی تھی' تب ہی تو اس نے وہ بے ہنگم خریداری کر ڈالی تھی۔ جس کی وجہ سے اس گزرے ہوئے کل کی شام اس کا دل اداس رہا تھا۔

ایک ان جانی سی ہتک کے احساس نے رات بھر میں اس کا سرہانہ بھگو ڈالا تھا۔ اور وہ جو اس ساری اداسی کی وجہ بنا تھا' وہی آج اس کے سامنے کھڑا اس کی سالگرہ کے تحفے کے طور پر اسے وہ پھول پیش کر رہا تھا۔ وہ ہوتا کون تھا' آخر وہ ہوتا کون تھا؟ طیش کی ایک نئی لہر



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کے رگ و پے میں دوڑ گئی۔ تیز گرم خون اس کے چہرے کو سُرخ کر گیا تھا اور اس کی آنکھوں میں نمی اترنے لگی تھی۔

"میں بہت احمق ہوں۔" اور وہ اس کے سامنے ایک اونچے پتھر پر بیٹھا اعتراف کر رہا تھا۔ "دل کے بجائے دماغ سے سوچنے کا جو عادی ہوں۔" اس کے چہرے پر دکھ نمودار ہوا۔ "لیکن یقین کرو میں بے حس اور سرد مہر ہرگز نہیں ہوں۔"

"پھر تم نے ایسا کیوں کیا؟" ایک بے بس اور بے جان سا شکوہ سطوت کے ہونٹوں سے باہر نکلا۔

"اس لیے کہ میں اپنا حساب کتاب سیدھا رکھنے کا عادی ہوں۔" وہ تیزی سے بولا تھا۔ "میری جیب کی استطاعت کیا ہے۔ میں اس سے غافل نہیں رہنا چاہتا ہوں۔" یہ سطوت کے سوال کا جواب نہیں تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اس نے یہ جواب کیوں دیا تھا۔ لیکن یہ ہی اس کے سوال کا جواب تھا۔ وہ بات جو تاج چاچا کے سمجھانے اور اپنے ذہن پر زور دینے کے باوجود اس کی سمجھ میں نہیں آئی تھی اس وقت لمحہ بھر میں آگئی تھی۔

"تم نے امی کے کھاتے کا حساب چکایا تھا' وہ تم تھے۔" بے ساختہ اس کے منہ سے الفاظ نکلے تھے۔ حیرت کا ایک سمندر تھا جس میں وہ ہچکولے کھا رہی تھی۔

"ہاں..... وہ میں تھا۔" ایبک نے سادگی سے اعتراف کیا۔ "حیرت ہے تم نے ایک بار بھی غور نہیں کیا کہ وہ کھاتہ آپوں آپ کیسے کلیئر ہو گیا۔"

"اس لیے کہ میرا دماغ بہت ہلکا ہے۔" وہ سر جھکا کر بولی۔ "تم نے دیکھا نہیں' ایک عام سا سادہ سوال بھی بہت دیر میں سمجھ پاتی ہوں۔" پھر اس نے سر اٹھا کر سورج کی کرنوں سے بچنے کے لیے آنکھیں میچتے ہوئے ایبک کی طرف دیکھا۔ "تمہیں پتا تو ہے میں نے اسکول میں بھی اسی ہلکے دماغ کی وجہ سے ایک ایک کلاس دو دو سالوں میں پاس کی۔"

"خود کو اور اپنے دماغ کو کوسنا [illegible]" کہا اور ہونٹ بھینچ لیے۔

"کیوں چھوڑ دوں..... میرا دماغ ہے ہی ایسا!"

"اس لیے چھوڑ دو کہ میں کہہ رہا ہوں۔" وہ ایک بار پھر اٹھ کر بائیک کی طرف گیا۔ اب کے وہ اس شاپر سے جس میں سے پہلے اس نے ڈیزیز کا گلدستہ نکالا تھا' کیک کا ڈبہ نکال رہا تھا۔

"یہ دیکھو۔" اس نے ڈبے کا ڈھکن کھولا۔ ایک پاؤنڈ کا چھوٹا سا کیک جو اسٹرابیریز اور چاکلیٹ سے سجا تھا۔ اس کی نظروں کے سامنے تھا۔

"میرے ایک ٹیچر ہیں سر صابر!" کیک پر ویسی ہی گلابی اور سفید دھاری دار موم بتیاں سجاتے ہوئے وہ کہنے لگا۔ "جیسی گزرے کل میں اس نے اس کے سامان سے نکال کر واپس چاچا تاج کے شیلف پر سجادی تھیں۔

"رات جب میری سمجھ میں آیا کہ وہ کپ کیک اور موم بتیاں تم سے چھین کر میں تمہارے ساتھ زیادتی کر بیٹھا ہوں تو میں نے سر صابر کو فون کیا۔ ایک ایک کر کے موم بتیاں کیک کے اوپر سجاتا' وہ بولتا رہا تھا۔ "وہ کل اسلام آباد گئے تھے' اور انہیں آج صبح کالج ٹائم تک واپس پہنچنا تھا۔ میں نے سر صابر کو فون کیا اگر وہ اسلام آباد کی کسی بیکری سے میرے لیے ایک پاؤنڈ کا کیک لے آئیں تو میں ان کا بڑا ممنون ہوں گا۔" وہ مسکرا دیا۔

"چلو برتھ ڈے گرل.....! کیک کاٹو۔" اس نے موم بتیاں جلا کر چھری اس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

منے سے ایک کپ کیک پر اکیلے سالگرہ منانے میں شاید وہ مزا نہ آتا جو اس طرح غیر متوقع طور پر سالگرہ منانے میں آرہا تھا۔ سڑک کنارے پتھر پر بیٹھی وہ کیک کاٹ رہی تھی' ایبک تالیاں بجاتے ہوئے اس کے لیے سالگرہ کے گیت گا رہا تھا۔ فضا میں اڑتے پرندے' اردگرد ہوا کے دوش پر سرسراتے ہلکے وزن کے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پودے، جھاڑیاں، جھاڑیوں میں چھپتی نکلتی گلہریاں، چھلانگیں لگاتے بندر، اونچے پہاڑوں سے بہتے جھرنے سب کے سب اس کی خوشی میں خوش نظر آنے لگے تھے۔

پہاڑ کے اوپر سے اپنی بکریوں کا ریوڑ لیے نیچے اترتے ایک سرخ و سفید پٹھان لڑکے نے ذرا دیر کو رک کر ہنستی ہوئی اس لڑکی اور گاتے ہوئے لڑکے کو دلچسپی سے دیکھا اور پھر مسکرا کر آگے چل دیا۔ سطوت نے اس روز ایک سے کتاب کا ایک بھی سبق نہیں پڑھا لیکن اس لمبی گفتگو میں جوان دونوں نے اپنے اپنے پتھروں پر بیٹھے اور پھر اونچے نیچے راستے پر چلتے ہوئے کی، تھی زندگی بھر کے لیے بہت سے سبق چھپے ہوئے تھے۔

"تم کیوں کر رہے ہو یہ سب میرے لیے۔" چلتے چلتے رک کر سطوت نے اس سے پوچھا تھا۔ "بھول گئے ہو کہ میں قمر آرا کی بیٹی ہوں اور میری امی نے تمہارے بابا اور دادا کے ساتھ کچھ بھی اچھا نہیں کیا، تم بھول گئے کہ تم، تمہارا بھائی اور تمہاری امی کے میری امی سے کیسے تعلقات تھے۔"

"نہیں، میں بھولا تو نہیں ہوں۔" وہ جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالتے ہوئے بولا تھا۔ "لیکن میرا کنسرن تمہاری امی تھوڑی ہیں، میرا کنسرن تو تم ہو۔" وہ اس کے عین سامنے کھڑا ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"کنسرن!" سطوت نے ذرا دیر اس لفظ پر غور کیا۔ "اور میں تمہارا کنسرن کیوں ہوں؟" اس نے آنکھیں سکیڑتے ہوئے سوال کیا۔

"پتا نہیں۔" وہ شانے اچکا کر بولا۔ "یہ تو مجھے خود بھی پتا نہیں..... لیکن تمہاری مصیبتیں، پریشانیاں، دکھ، فکر اور مسائل مجھے اچھے نہیں لگتے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ تم ایک مطمئن اور پرسکون زندگی گزارو۔ جیسی میں، ماما اور اورنگ زیب بھائی گزارتے ہیں۔"

"تم اور تمہارا بھائی ایک مطمئن اور پرسکون زندگی اس لیے گزار رہے ہو کہ تمہاری ماما کا نام قمر آرا نہیں۔" دنیا کی تلخ ترین حقیقت کا بیان کتنا مشکل ہوتا ہے یہ اس روز سطوت کو پتا چلا تھا جب ہی اس نے یہ بات کرتے ہوئے اپنی آنکھیں بند کر لی تھیں۔

"اس میں تمہارا کیا قصور ہے کہ۔ تمہاری امی کا نام قمر آرا ہے۔" جواب میں وہ ٹھہری ہوئی آواز میں بولا تھا۔ "میں نے کہا نا کہ میرا کنسرن تم ہو، قمر آرا نہیں۔"

"تم انجان ہو شاید۔" سطوت نے آنکھوں میں امڈتا پانی دھکیلتے ہوئے کہا۔ "قمر آرا ہی تو میرا قصور ہیں۔" اس کی آواز لرزی۔ "تم نے دیکھا اور سنا نہیں یہ جان کر کہ میں ان کی بیٹی ہوں لوگوں کی نظریں اور لہجے میرے ساتھ بدل جاتے ہیں۔" وہ پلکیں جھپکے بغیر اسے دیکھ رہا تھا۔

"لیکن تم کیوں دیکھو اور سنو گے بھلا۔ وہ بے عزتی، وہ تحقیر، وہ مضحکہ اڑانے کا سا انداز جسے صرف میں ہی محسوس کر سکتی ہوں، تم کیسے کر سکتے ہو۔ تم تو خود ان ہی لوگوں میں سے ایک ہو جو یہ کہتے ہیں کہ مجھے تماشا بننے کا شوق وراثت میں ملا ہے۔" اس کے بھیگے لہجے میں غراہٹ کی جھلک ابھری۔

"میں دیکھتا بھی ہوں اور سنتا بھی ہوں۔" ایبک نے نرمی سے جواب دیا۔ "اسی لیے تو سائے کی طرح تمہارے پیچھے لگ گیا ہوں۔ اس استہزا، تحقیر، مضحکہ اڑانے کے سے انداز سے تمہیں بچانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ہر جگہ تم اپنی وجہ سے سر اٹھا کر جینا شروع کرو۔ وہ لوگ جو قمر آرا کی بیٹی سمجھ کر تمہارا مذاق اڑانا چاہتے ہیں، تمہاری تحقیر کرنا چاہتے ہیں، تم سے فلرٹ کرنا چاہتے ہیں، ان کے قدم اپنی اپنی جگہ پر رک جائیں اور تم پر نظر پڑتے ہی انہیں محسوس ہونے لگے کہ تم قمر آرا نہیں، سطوت سجاد ہو۔ جو ان کی طرح کے لوگوں کے منہ توڑنا بھی جانتی ہو اور سر اٹھا کر جینا بھی جسے آتا ہے۔"

سطوت کو ایک ایک کر کے وہ سب کچھ یاد آنے لگا جو ایبک نے اس کے لیے کہا تھا۔ ہاں..... وہ اسے ایک



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نئے راستے پر ڈال چکا تھا۔ سر اٹھا کر جینے کا راستہ' بد نظر اور بد لحاظ لوگوں کی پیش قدمیاں روک دینے کا راستہ۔ اس کی نظر اور عقل دونوں ہی کھلنے لگیں۔

"مگر تم یہ سب کیوں کر رہے ہو؟" سوال ایک بار پھر اس کے ہونٹوں پر بے ساختہ آیا۔

"اس لیے کہ شاید میں۔۔۔" وہ کہتے کہتے جھجکا اور پھر رک گیا۔ "شام ہو رہی ہے' چلو تم اب گھر جاؤ۔" اس نے بات ادھوری چھوڑتے ہوئے اسے کہا تھا۔

"اور ہاں یاد رکھو کہ بابا کی میرے نام جمع کرائی رقم میں سے مجھے مہینے بھر میں تین ہزار روپے ملتے ہیں اور ماما مجھے کبھی ایک ہزار کبھی پندرہ سو روپے پاکٹ منی دیتی ہیں لہٰذا۔۔۔ اپنا ہاتھ روک کر رکھو گی تو تمہارا کام بھی چلتا رہے گا اور میرا بھی۔"

چلتے چلتے اس نے اچانک رک کر کہا تھا' اور پھر اپنی بائیک پر بیٹھا آگے' آگے اور آگے بڑھ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

رانیہ' ایبک کی وال میں وہ کالا نکالنے نکلی تھی جو اس کی نظروں میں کھٹک رہا تھا۔ ڈیزی کے جنگلی خودرو پھولوں کا ایک چھوٹا سا گلدستہ جو ایبک کے بیگ سے باہر جھانک رہا تھا۔ رانیہ کے دل میں کھٹک بن کر اتر گیا تھا۔

"نہیں' وہ یہاں کسی سے بھی خاص طور سے جا کر تو نہیں ملتا' ہاں کالج سے نکل کر سیدھا گھر چلا جاتا ہے۔" اسے پتا چلا تھا۔

"وہ کہاں سیدھا گھر چلا آتا ہے۔" صالحہ آنٹی کا بیان مختلف تھا۔ "وہ تو شام ڈھلے گھر آتا ہے۔ پوچھوں تو کہتا ہے کہ کمبائن اسٹڈی میں مصروف تھا۔"

"آپ نے کبھی اس سے پوچھا نہیں کہ کس کے ساتھ کمبائن اسٹڈی کر رہا تھا۔" رانیہ کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے۔" جواب میں وہ ہنس دی تھیں۔ "کیا میں جانتی نہیں کہ ظفر اور معاذ کے گھر ان امتحانوں کے لیے تم لوگوں کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔"

"وہ۔" رانیہ کہتے کہتے رک گئی۔ وہ ایبک کے متعلق کھٹک گئی تھی پر اتنی وضع داری اس میں ضرور موجود تھی کہ وہ ماں اور بیٹے کے درمیان بھرم اور اعتبار کے رشتے کو کمزور نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔" کیوں اس نے اپنی روش بدل لی ہے' وہ بھی اچانک اور غیر متوقع طور پر البتہ اس کے اپنے اندر نئے نئے سوال اٹھنے لگے تھے۔ اور وہ ان ہی میں سے ایک سوال اورنگ زیب بھائی سے کر بیٹھی تھی۔

"اچھا! وہ تم لوگوں کو بتائے بغیر کہیں نکل جاتا


## ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
## بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

| کتاب کا نام | مصنفہ | قیمت |
|---|---|---|
| بساط دل | آمنہ ریاض | 500/- |
| زرد موسم | راحت جبیں | 750/- |
| زندگی اک روشنی | رخسانہ نگار عدنان | 500/- |
| خوشبو کا کوئی گھر نہیں | رخسانہ نگار عدنان | 200/- |
| شہر دل کے دروازے | شازیہ چودھری | 500/- |
| تیرے نام کی شہرت | شازیہ چودھری | 250/- |
| دل ایک شہر جنوں | آسیہ مرزا | 450/- |
| آئینوں کا شہر | فائزہ افتخار | 500/- |
| بھول بھلیاں تیری گلیاں | فائزہ افتخار | 600/- |
| پھلاں دے رنگ کالے | فائزہ افتخار | 250/- |
| یہ گلیاں یہ چوبارے | فائزہ افتخار | 300/- |
| تین سے عورت | غزالہ عزیز | 200/- |
| دل اُسے ڈھونڈ لایا | آسیہ رزاقی | 350/- |
| بکھرنا جائیں خواب | آسیہ رزاقی | 200/- |
| زخم کو ضد تھی مسیحائی سے | فوزیہ یاسمین | 250/- |

ناول منگوانے کے لئے فی کتاب ڈاک خرچ -/30 روپے
منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ -37 اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 32216361





WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہے۔" اورنگ زیب اس کا سوال سن کر یوں خوش ہوا تھا جیسے عرصے بعد کوئی کام کی بات اس کے ہاتھ لگی ہو۔ "لگاتا ہوں رضوان کو اس کے پیچھے، تم فکر نہ کرو۔ اس نے رانیہ کو تسلی دیتے ہوئے کہا تھا۔ "دو دن میں پتا چلا لے گا ایبک کی سرگرمیوں کا۔"

اورنگ زیب کو تو شاید کوئی مشغلہ ملنے والا تھا لیکن رانیہ اس کے اس انداز سے ڈر گئی تھی شاید اسے اس بات کا ذکر اورنگ زیب سے نہیں کرنا چاہیے تھا۔

☼ ☼ ☼

"ڈاکٹروں کے دیے سارے پرانے نسخے نکال کر کیوں بیٹھ جاتی ہیں۔" سطوت نے اس روز گھر کی مکمل صفائی ستھرائی کرنے کے بعد امی کو نہلایا تھا اور اب ان کے بالوں میں کنگھی پھیر رہی تھی۔

"وہ جو آخری ایک نسخہ ہے، صرف اسی پر لکھی دوائیں منگوایا کریں نا۔ اتنی دوائیں منگوا لیتی ہیں، جن میں سے کھاتی کوئی بھی نہیں، جابجا دیواروں پر لگی کیلوں پر فالتو دواؤں کے شاپر لٹکے رہتے ہیں۔"

"نہیں موافق آتی کوئی بھی دوا تو کیا کروں۔" وہ بے زاری سے بولی تھیں۔ "یہ میری ہڈیاں بھربھری ہو رہی ہیں اور جوڑ سب کے سب سوج چکے ہیں۔ تم تو کالج نکل جاتی ہو، میں سارے گھر میں چوپایوں کی طرح چاروں ہاتھوں پیروں پر چلتی پھرتی رہتی ہوں۔ کتنی بار تم سے کہا ہے کہ کھانے پینے کی چیزیں نیچے رکھ کر جایا کرو۔ ذرا سی بھی اونچائی تک میرا ہاتھ نہیں پہنچتا۔"

"دوا موافق نہیں آتی تو سوچ سمجھ کر منگوایا کریں نا۔" سطوت کی سوئی ابھی تک دواؤں پر اٹکی تھی۔ "جانتی بھی ہیں کہ کتنی مہنگی آتی ہیں دوائیں۔"

"تمہارے پلے سے نہیں خریدتی دوائیں، میرا بھائی سلامت رہے جو مجھے دوا دارو کے لیے پیسے بھیجتا ہے، وہ نہ بھیجے رقم تو اس گھر میں جو دال سبزی پکتی ہے، وہ بھی نہ پکے، بڑی آئی مجھے مہنگے سستے کے سبق سنانے والی۔" وہ چلا کر بولی تھیں۔ کنگھی پر سطوت کی گرفت کمزور پڑ گئی۔ امی کا یہ خواب ٹوٹنا نہیں چاہیے۔

"ہائے۔" وہ ابھی سوچ ہی رہی تھی وہ کیا کہے کیا نہ کہے کہ امی کراہنے لگیں۔ ان کا سوجن زدہ ہاتھ اس کی نظروں کے سامنے تھا۔

"ٹیسیں اٹھتی ہیں، ہڈیوں میں اور سن ہو جاتی ہیں انگلیوں کی پوریں، کندھے سے لے کر ہاتھ تک جیسے چیونٹیاں دوڑنے لگتی ہیں جلد کے اندر۔۔۔ کمزوری ہے، یہ سب کمزوری کی وجہ سے ہے، نہ کوئی خوراک ہے میری نہ ہی طاقت والی دوائیں۔ یخنی چھوڑ گوشت کی دو بوٹیاں سبزی دال میں پڑی دیکھے مہینے گزر گئے۔۔۔ تیری وجہ سے ہوا یہ سب۔ تیری وجہ سے۔" انہوں نے سطوت کو دھمو کا جڑا۔ "فیس اور کتابوں پر سارے پیسے اٹھا دیتی ہے تو۔۔۔ اسی سے تو میرے کھانے پینے کا سامان آجاتا تھا۔ مار ڈالے گی تو مجھے یوں ہی ایک دن بھوکی پیاسی، سسکتی بلکتی۔"

سطوت نے ان کے بالوں میں بل ڈال کر چوٹی کی شکل دی اور چارپائی سے نیچے اترتے ہوئے انہیں گاؤ تکیے کے سہارے لٹا دیا۔ کنگھی میں الجھے بالوں کو نکال کر انگلی پر لپیٹتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ امی کی خاطر کالج چھوڑ دے یا پھر ایبک کے اصرار پر جاری رکھے۔

"تمہاری امی نے اپنے چاؤ چونچلوں میں تمہیں عمر بھر کچھ نہیں دیا۔۔۔ اپنی محبت اور توجہ تک بھی نہیں۔ جب سے تم نے ہوش سنبھالا ہے، گھر کے کاموں میں لگی رہی ہو یا نہیں۔ اسکول تو خیر تم نے اس لیے پڑھ لیا کہ تمہارے ابا داخل کروا دیتے تھے تمہیں۔ باقی کیا کیا تمہاری امی نے تمہارے ساتھ۔ اسکول کالج کی تعلیم چھوڑ کر انہوں نے تو تمہیں لازمی دینی تعلیم بھی نہیں دلائی جب ہی تو اسلامیات کی کتاب میں درج ہر بات تمہارے لیے نئی ہوتی ہے۔"

وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں بات کرنے کا عادی نہیں تھا خواہ اس کی الفاظ سننے والے کے دل کے زخم اور بھی گہرے کرتے جائیں۔

"بس اسی لیے۔ اب تم کالج نہیں چھوڑو گی۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا تھا۔ "تم نہیں جانتیں کہ یہ تعلیم تمہارا کتنا بڑا سہارا بننے والی ہے۔ جب کچھ نہیں ہوگا تو تمہارے پاس تب یہ تعلیم ہی تو ہوگی جو اندھیرے میں روشنی کی کرن بن جائے گی۔"

وہ سچ کہتا تھا۔ امی نے بچپن سے لے کر اس کی اس عمر تک اس سے صرف کام ہی کروائے تھے۔ کیسے کیسے دن آئے اور گزر گئے۔ طویل سرما کی طویل ترین راتیں اور سرد ترین دن' بہار اور گرما کے دل خوش کن لمحات۔ لمبی لمبی جھڑیوں والی برساتیں جب پورا پورا دن بارشیں برستی تھیں اور وادی کے نالوں میں۔ پانی کے تیزی سے چلنے اور طغیانی آجانے کی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ لیکن ان سب موسموں کے لطف سے ناآشنا وہ اسکول سے واپسی کے بعد' اس مختصر گھر کے ناختم ہونے والے کاموں میں جت جاتی اور امی ہار سنگھار کر کے گھر سے باہر نکل جاتیں۔ ان کو اپنی سہیلیوں سے ملنے جانا ہوتا' گھر کا سودا سلف لینا ہوتا یا اپنی ضرورت کی چیزیں اور گھر واپسی پر ان کے ہاتھ میں بڑے بڑے لفافے ہوتے جن میں اکثر کھانے پینے کی چیزیں اور امی کے نت نئے کپڑے اور سنگھار کا سامان بھرا ہوتا۔

"بچی چھوٹی ہے اور تم نے اس پر بوجھ زیادہ ڈال رکھا ہے۔" امی کی پرانی سہیلی محمدی خالہ تھیں جو اکثر اس پر ترس کھا کر امی کی توجہ اس کی طرف دلانے کی کوشش کرتی تھیں۔ جب ہی تو یہ پڑھائی میں کمزور رہ گئی ہے اور تم اسے سیپارہ پڑھنے کے لیے بھی میری طرف نہیں بھیجتیں۔"

"ایک میری جان ہے اور سو جنجال جمے ہیں اس کے ساتھ۔" امی چمک کر جواب دیتیں "میں گھر کے کام کرنے لگوں تو باہر کے کون کرے۔

"تم نے صالحہ کو نہیں دیکھا۔ وہ بھی بیوہ ہو چکی ہے۔ تمہاری طرح بچے اس کے بھی چھوٹے ہیں۔ لیکن دیکھ لو' کیسے سلیقے سے سنبھال رکھا ہے اس نے سب کچھ۔"

"میرا منہ نہ کھلواؤ۔" امی تلخی سے کہتیں۔ "سب جانتی ہوں اس کے سلیقوں کو۔ بستی بھر کو اپنی مٹھی میں کر رکھا ہے اس نے' دن رات سلام کرنے آتے ہیں اس کی چوکھٹ پر' کام گھر بیٹھے ہو جاتے ہیں تو اسے باہر جانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ تو میں ہی ہوں جسے ذرا ذرا سے کاموں کے لیے بندے بندے کی منتیں کرنی پڑتی ہیں۔"

"تمہاری اسی بات میں تو سارا راز چھپا ہوا ہے قمر آرا۔ کیوں تم میں وہ اوصاف نہیں ہیں جو سب کو صالحہ کی چوکھٹ پر سلام کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں جن کا نہ ہونا ـــ تمہیں دکان دکان پھر کر منتیں کراتا پھرتا ہے۔"

محمدی خالہ امی کے مزاج کی پرواہ کیے بغیر کہتیں اور امی بپھر جاتیں۔ صالحہ کا تعریف کے پیرائے میں ذکر' انہیں آگ لگا جاتا اور وہ مہینوں محمدی خالہ سے ناراض رہتیں۔

"یہ سطوت جو ہے نا اس کی امی۔" اسکول میں سطوت کو دوسرے بچوں کی سرگوشیوں کا نشانہ بننا پڑتا۔ "میری ماما کہہ رہی تھیں' سطوت کی امی اچھی عورت نہیں ہیں۔"

"میرے پاپا کہتے ہیں' سطوت کی امی آوارہ ہیں' مردوں سے تحفے تحائف لیتی ہیں۔" سطوت سے دوستی نہیں کرنی' کوئی دوسرا کہتا۔

اور وہ اس دوسرے منہ پھٹ کی زبان کا شکار ہو کر کٹ کٹ جاتی لیکن سوائے زمین کے پھٹنے اور خود کے اس میں سما جانے کی خواہش کرنے کے اپنے لیے کچھ کر نہ پاتی تھی۔

اس نے حمام کی ٹونٹی کھول کر اس سے نکلتے یخ پانی کے نیچے برتن دھوتے ہوئے امی کی طرف دیکھا۔ اب جبکہ ان کی ہڈیاں اور جوڑ ان کا ساتھ چھوڑتے چلے جا رہے ہیں' پھر بھی انہیں صرف اپنی فکر ہے۔ جبکہ سنا ہے جوان بیٹیوں کی صحت مند ماؤں کو بھی صرف اپنی بیٹیوں کی فکر ہوتی ہے' خود اپنا آپ بھول جاتی ہیں وہ۔ گرم آنسو اس کی آنکھوں سے بہنے لگے اور یخ پانی کا احساس کم ہونے لگا۔

☼ ☼ ☼

WWW.PAKSOCIETY.COM



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"سنا ہے تم اکثر ڈاک خانے والی سڑک پر آتے جاتے دکھائی دیتے ہو۔" اورنگ زیب بھائی نے اس شام اچانک اس سے پوچھا تھا اور یہ بات پوچھنے کے لیے ان کی ٹائمنگ بہت درست تھی۔ ماما کشیدہ کاری میں مصروف تھیں اور ان کا کپڑے سے سوئی نکالتا ہاتھ وہیں رک گیا تھا۔

"اسی لیے رضوان کا پوچھ رہے تھے کہ اس کا گھر ڈاک خانے والی سڑک کے آس پاس تو نہیں ہے۔" اورنگ زیب بھائی کو مزا آرہا تھا۔ ایبک نے ایک نظر اپنی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھتی ماما پر ڈالی اور پھر اورنگ زیب کی طرف دیکھنے لگا۔

"رضوان نے کیا کہا آپ سے۔" وہ ان سے پوچھ رہا تھا۔

"اس کا ڈاک خانے والے راستے پر کیا کام بھلا؟" صالحہ نے اورنگ زیب کے جواب دینے سے پہلے حیرت سے کہا۔ "ادھر تو کوئی کم ہی جاتا آتا ہوگا۔ ایسا سنسان راستہ ہے وہ تو۔"

"پاکستان خان ریٹائر ہوگیا ہے' کہیں تم نے اس کی جگہ ملازمت تو نہیں پکڑلی ڈاک خانے میں۔" اورنگ زیب کے لہجے میں تمسخر تھا اور چہرے پر طنز۔

"آپ سے رضوان نے کہا کیا؟" ایبک نے اپنا سوال دہرایا۔

"رضوان سے تو میں نے کہا تھا پتا کرنے کو' مجھے رائنہ نے بتایا تھا کہ تمہاری روٹین کچھ عجیب سی ہوگئی ہے۔ کرتے کیا ہو تم ادھر بائی دا وے؟" اورنگ زیب پوچھ رہا تھا' مسلسل سوال کررہا تھا۔

"واقعی ایسا ہے تو بہت عجیب بات ہے ایبک! تمہارا ادھر کیا کام' وقت ضائع کرنے لگے ہو تم۔" کیا صالحہ کہہ رہی تھیں' ایبک ان دونوں کے سوال اور انداز سن اور دیکھ نہیں رہا تھا۔ سامنے خلا میں دیکھتے ہوئے اس کا ذہن صرف ایک بات سوچ رہا تھا۔ "مجھے رائنہ نے بتایا تھا۔"

وہ کیوں بھول گیا تھا کہ جتنی احتیاط وہ کرتا تھا اس کی وجہ سے وہ باقی دنیا کی نظروں سے بچ بھی جاتا' رائنہ کی نظروں سے نہیں بچا سکتا تھا۔

"تم مجھ سے پوچھ سکتی تھیں' تم نے اورنگ زیب بھائی سے کیوں پوچھا؟" وہ تصور میں رائنہ سے مخاطب تھا۔

☼ ☼ ☼

"کیونکہ یہ میرا محض ایک خیال تھا اور تمہیں بلاوجہ خیال ظاہر کرنے سے چڑ ہے' تم چواین لائی کو جیسے ڈیفنڈ کرتے ہو' ویسے ہی خود کو بھی کرنے لگتے۔" رائنہ کا انداز بے نیازانہ تھا' جیسے اسے توقع نہ ہو کہ ایبک اس سے اتنا نامعقول سوال کرے گا۔

"وہ خیال نہیں' قیافے ہوتے ہیں' بے پر کے الزامات ہوتے ہیں جن سے مجھے چڑ ہے۔ اور کیا میں جانتا نہیں کہ تم نے یہ خیال اورنگ زیب بھائی کے سامنے ہی کیوں ظاہر کیا۔ کسی اور سے بھی تو پوچھ سکتی تھیں تم۔۔۔ معاذ اور ظفر ہر وقت تمہارے ساتھ ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر میں۔۔۔ ہر روز ہم ملتے ہیں۔۔۔ تم نے مجھ سے کیوں نہیں پوچھا؟"

"میں تم سے پوچھتی اور تم مجھے بتادیتے۔" رائنہ نے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "تم ہمارے سوال کرنے کا انتظار ہی تو کررہے تھے۔" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

"اچھا تو تم بتادو۔" وہ ابرو چڑھا کر بولا تھا۔ "میں کون سا ایسا کام کررہا ہوں جو تم لوگوں سے چھپاؤں گا۔"

"مجھے کیا پتا۔" رائنہ نے بے زاری سے کہا۔ "مجھے پتا ہوتا تو اورنگ زیب بھائی سے کیوں کہتی؟ ان سے بھی اس لیے کہا کہ تمہاری روٹین میں آتی تبدیلی مجھے الجھا رہی تھی' ظفر اور معاذ کو نہیں۔ انہیں تو جیسے پروا بھی نہیں۔"

"اس لیے کہ انہیں دوستی کا وہ معاہدہ یاد ہے جس کے مطابق ہم چاروں ایک دوسرے کے پرسنلز میں دخل اندازی نہیں کریں گے۔ آئی ایم سوری رائنہ! پری نرسری سے لے کر اب تک لڑکوں کے ساتھ دوستی کرنے اور رکھنے کے باوجود تمہاری فطرت میں چھپی لڑکی زندہ رہی۔" وہ تاسف کے ساتھ کہہ رہا تھا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"لیکن تم نے برا کیا۔ تم نے بہت برا کیا۔ اورنگ زیب بھائی کے جیسے کو ہوا دینے کا جرم کر بیٹھی ہو تم اور میں اس کے لیے تمہیں معاف نہیں کروں گا۔"

وہ جذباتی ہو رہا تھا اور افسردہ بھی۔ تیزی سے مڑ کر واپس جانے سے پہلے اس نے ایک نگاہ بھی رائنہ پر ڈالنے کی زحمت نہیں کی تھی۔

"کیا ہوا' ایبک کیوں آیا تھا اتنی رات گئے اور بھی سے ملے بغیر چلا کیوں گیا؟"

رائنہ کی امی نے برآمدے کی سیڑھیاں اتر کر گھر کی طرف آنے والی روش پر آتے ہوئے بلند آواز میں اس سے پوچھا تھا۔ رات کے اندھیرے میں وہ لائٹ پول کے نیچے اکیلی کھڑی تھی۔ رائنہ نے نظر اٹھا کر اپنی ماں کی طرف دیکھا۔ وہ پشیمان تھی اور افسردہ بھی۔ وہ جلد بازی کر بیٹھی تھی۔ اسے تحمل سے کام لینا چاہیے تھا۔

☼ ☼ ☼

"میں نے پتا کرلیا ہے۔" اورنگ زیب نے سرگوشی کے انداز میں صالحہ سے کہا۔ "عزت کا معاملہ ہے' اس لیے رضوان سے نہیں کہا۔ اس بار میں نے خود پتا کیا ہے۔"

"کیا؟" رات کے کھانے کے لیے قیمہ بھونتی صالحہ اس کی طرف مڑی تھیں۔

"وہ کوئی لڑکی ہے' پتا نہیں لڑکی ہے یا عورت' بڑی سی چادر میں چھپی ہوتی ہے اس کے ساتھ ایبک گھنٹوں ڈاک خانے والے راستے پر بیٹھا رہتا ہے۔ دراصل وہ اسی سے ملنے وہاں جاتا ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔" صالحہ کو یقین نہیں آیا۔ "ایبک چوروں جیسے کام نہیں کرتا۔ غلط یا صحیح جو بھی کرتا ہے' کھل کر اور سامنے آکر کرتا ہے' تم بھی اچھی طرح جانتے ہو۔"

"یہی تو ہوا ہے اس دفعہ۔" اورنگ زیب اسے اسرار کا رنگ دیتے ہوئے بولا۔ "کوئی ایسی بات ہے جب ہی تو معاذ' ظفر اور رائنہ سے بھی چھپاتا پھر رہا ہے۔"

صالحہ کے چہرے کی رنگت لمحہ بھر کے لیے زرد پڑی' رائنہ نے بھی تو ان سے یہ ہی پوچھا تھا نا کہ کیا کبھی ایبک نے انہیں بتایا کہ وہ کس کے ساتھ کمپائن اسٹڈی کرتا ہے۔ اگر وہ معاذ' ظفر یا رائنہ میں سے کسی کے گھر بیٹھ کر پڑھتا تو رائنہ یہ سوال کیوں پوچھتی۔ انہیں کسی انہونی کے ہونے کا احساس ہونے لگا۔ انہوں نے گھبرائی ہوئی نظروں سے اورنگ زیب کی طرف دیکھا۔

"اور مجھے ذرا یہ تو بتائیں کہ آپ کب سے تاج چاچا کے اسٹور سے ادھار سودا منگوانے لگی ہیں۔ ہمارے گھر میں پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔" اورنگ زیب اس دن انہیں حیران بلکہ پریشان کردینے کا تہیہ کرکے آیا تھا شاید۔

"ہائیں!" وہ چونکیں "یہ تم سے کس نے کہہ دیا۔ میں تو کبھی کسی دکان دار سے ایک گھنٹے کا بھی ادھار نہ کروں۔"

"گھنٹے دو گھنٹے کا نہیں مہینے بھر کا ادھار جو ایبک چکاتا ہے' مہینہ پورا ہونے پر۔" اورنگ زیب کی آواز میں کھنک پیدا ہوگئی' آج تو مزا ہی آگیا تھا۔

"کیا الف لیلیٰ سنا رہے ہو اورنگ زیب۔" صالحہ الجھ گئیں۔ "کیسا ادھار ہے جو ایبک چکاتا ہے۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کسی نے بے پر کی اڑائی ہے۔"

"آپ خود پتا کرلیں بے شک۔" میری اطلاع غلط ثابت ہوئی تو جو چور کی سزا وہی میری۔"

"اچھا اچھا کرلوں گی پتا۔" انہوں نے اورنگ زیب کو ٹالا تھا۔ "لیکن ایبک کے سامنے ذکر نہ کرنا ایسی کسی اطلاع کا' چڑ گیا نا تو گھر میں بے زاری پھیلے گی بے کار کی۔" وہ اسے سمجھاتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔ اور یوں انہوں نے اورنگ زیب کو تو خاموش کروادیا تھا لیکن اس ساری شام ان کی الجھی ہوئی نظریں بار بار ایبک کے چہرے اور۔۔۔ انداز کو ٹٹولتی رہی تھیں۔ کہاں کچھ معمول سے ہٹ کر تھا۔ جو انہیں علم نہ ہوپایا تھا۔ اور ایسا ہو نہیں سکتا تھا کہ ایبک صالحہ کو سمجھ نہ پاتا' اس کا اپنا ماتھا ٹھنک چکا تھا۔ اورنگ زیب اپنے

WWW.PAKSOCIETY.COM



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مزاج کے مطابق اپنا کام کر چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

رات بھر بارش مسلسل برستی رہی تھی' اور دن چڑھنے کے ساتھ دوبارہ برسنا شروع ہو گئی تھی۔

"مت جاؤ آج کالج۔ مجھے بادلوں کی کڑک اور بجلی کی چمک سے ڈر لگتا ہے۔" قمر آرا نے اسے صبح صبح ناشتا تیار کرتے دیکھ کر کہا تھا۔

"اور مجھے میڈم صدیقہ کے غصے سے ڈر لگتا ہے۔" وہ دلیے میں دودھ اور شہد ملاتے ہوئے بولی۔

"آج میں نے ٹیسٹ نہ دیا تو وہ اگلا پورا ہفتہ مجھے کلاس سے باہر کھڑا رکھیں گی۔" اس نے دلیے کا پیالہ ان کے سامنے رکھا۔

"تمیز اور سلیقہ تمہیں چھو کر نہیں گزرا۔" قمر آرا جھلا کر بولیں۔ "اتنا نہیں ہوتا کہ پیالے کے نیچے کوئی چھوٹی ٹرے یا پلیٹ ہی رکھ لو۔ گرے گا دودھ' میرے ہاتھ کانپ جاتے ہیں۔"

"تمیز اور سلیقہ مجھے کسی نے سکھایا ہی نہیں تو آئے گا کیسے۔" وہ لاپروائی سے بولی تھی۔ قمر آرا تلملا کر رہ گئیں۔

"کہا تھا انڈا سخت ابال دینا مجھے' وہ بھی نہیں ہوا تم سے۔"

"انڈے ختم ہو چکے ہیں اور تاج چاچا کے پاس سے ہماری طرف پورے پچیس سو روپے کا راشن آچکا۔ اب مزید ادھار کی گنجائش نہیں۔" اس نے اٹھ کر میلے سے آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ اس آئینے میں اسے خود اپنی شکل دیکھنے میں مشکل پیش آرہی تھی۔

"چار پانچ سو اور بھی بن گئے تو کیا ہوا۔ میرا بھائی چھ سات تاریخ تک بھیج دے گا' تم واپسی پر انڈے لیے بغیر آئیں تو دیکھنا۔" قمر آرا خود ساختہ دنیا میں رہنے کی عادی ہو چکی تھیں۔

"اب تو آپ مہینے کے باقی دن اپنی تصوراتی مرغیوں کے انڈے ہی کھائیں گی۔ تاج چاچا سے لانے کی تو گنجائش باقی نہیں۔" اس نے ڈھٹائی سے صاف جواب دیا تھا اور کتابیں اور چھتری اٹھا کر گھر سے باہر نکل آئی تھی۔ اسے ایبک کے جیب خرچ کی رقم اچھی طرح یاد تھی۔

لیکن خود اس کے لیے بھی وہ ایک مایوس کن دن ثابت ہوا تھا۔ میڈم صدیقہ اس روز خود غیر حاضر تھیں۔ بارش کی وجہ سے بہت کم طالب علم کالج آئے تھے۔ سائنس بلاک میں بی ایس سی فائنل کی کلاس امتحان کی وجہ سے ختم ہو چکی تھی اور اس کا سارا وقت آسمان سے گرتے بارش کے قطروں کو گنتے گزر گیا تھا۔

ڈاک خانے والا راستہ ناہموار تھا اور اس پر پھسلن بھی بہت تھی۔ مسلسل برستی بارش نے راستے کے کنارے بیٹھ کر پڑھنے کا موقع بھی کہاں دینا تھا' لیکن وہ پھر بھی کالج سے واپسی پر اسی راستے سے واپس آئی تھی۔ اس کے ساتھ اس کی امید' ایبک سے آج کی ملاقات اور اس کے دوران ہونے والی گفتگو کی شکل میں چلی آرہی تھی' لیکن وہ ایک مختلف دن تھا۔

پندرہ منٹ تک چھتری کے نیچے اس پتھر کے پاس کھڑے رہ کر انتظار کرنے کے باوجود وہ نہیں آیا تھا۔ سطوت کا دل ڈوبنے لگا۔ وہ ایسا نہیں تھا' ایسا ہو ہی نہیں سکتا تھا کہ وہ نہ آئے۔ بارش' طوفان' آندھی نے پہلے کبھی اس کا راستہ روکا تھا نہ آج روک سکتے تھے پھر وہ کیوں نہیں آیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ وہ آئے گا' اسے ڈانٹے گا وہ کیوں اس برستی بارش میں ادھر چلی آئی تھی اور پھر اسے اپنی بائیک پر پیچھے بٹھا کر بستی کی حدود تک چھوڑ دے گا ایسا پہلے بھی دو' تین بار ہو چکا تھا' لیکن یقیناً" وہ ایک مختلف اور مایوس کن دن تھا۔

برستی بارش کے پانی میں تیز قدموں سے چلتی وہ ڈھلوان سے نیچے آرہی تھی۔ راستے بھر میں اسے کوئی دوسرا ذی روح ملا تھا نہ ہی بستی کے بازاروں اور گلیوں میں کوئی ایسا نظر آیا تھا جس سے وہ پوچھ لیتی' ایبک اس روز کہاں تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ اورنگ زیب کی بات بے بنیاد اور بے پر کی قرار



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دے چکی تھیں، لیکن وہ ایک انجانا سا دھڑکا تھا جو ان کے دل کو لگ گیا تھا۔ تاج خان کے اسٹور کے کاؤنٹر پر کھلے رجسٹر میں درج جس کھاتہ دار کے نام پر تاج خان نے انگلی رکھی تھی۔ اسے دیکھ کر ان کا منہ صحیح معنوں میں کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔

"یہ یہ۔۔۔ یہ۔۔۔" انہوں نے نظریں صفحے پر جمائے وحشت کے عالم میں تاج خان کو مخاطب کیا تھا۔

"ہاں باجی! یہ ہی وہ کھاتہ ہے جس کا حساب ایک چکانا ہے۔" تاج خان مسکرا کر بولا تھا۔

"یہ تو قمر آرا کا کھاتہ ہے۔" وہ جیسے خواب کی کیفیت میں بولی تھیں۔

"ہاں ہاں، وہی باجی قمر آرا کا کھاتہ۔" تاج خان نے سر کو زور سے ہلاتے ہوئے کہا تھا۔

"باجی قمر آرا خود۔۔۔" تاج خان سر پر رکھی کلغانی ٹوپی سیدھی کرتے ہوئے کچھ بتانے جا رہا تھا، لیکن صالحہ کو مزید کچھ سننے کی حاجت تھی نہ ہی اس کی ضرورت باقی رہی تھی۔ بند سیاہ چھاتے کا بٹن کانپتے ہاتھوں سے کھولتے ہوئے وہ اسٹور سے باہر نکل آئی تھیں۔ گیلی سڑک پر بارش کی بوندیں اب بھی برس رہی تھیں۔ فضا میں ہلکے بادل دھنکی روئی کی طرح اڑتے پھر رہے تھے، لیکن صالحہ کے دل اور جسم کے اندر انگارے سے بھر گئے تھے۔

"باجی او باجی!" پیچھے تاج خان اپنی بات پوری کر لینے کے لیے انہیں آوازیں ہی دیتا رہ گیا تھا۔

"کیا خانا!" صالحہ کے چلے جانے کے بعد جھاڑن والے ڈنڈے کو گھما کر کاؤنٹر پر رکھی چیزیں جھاڑتے ہوئے اس نے سر جھٹکا تھا۔ "بات ہی پوری نہیں سنا صالحہ باجی۔۔۔ ابھی تو ان کو بتانا تھا، باجی قمر آرا ڈاکٹر منور کا دوا چھوڑ کر کسی حکیم کا دوا کھانے لگا ہے۔"

اور تاج خان کی بڑبڑاہٹ سے آگے بہت آگے صالحہ پیچ و تاب کھاتی گھر کی سمت چلتی چلی جا رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"میں جانتا ہوں۔ رائنہ نے اچھا نہیں کیا۔" ظفر نے تاسف سے سر ہلاتے ہوئے کہا تھا۔ اسے تمہارا معمول کی روٹین سے ہٹ جانا بہت کھل رہا تھا۔ اس کا اندازہ اس روز مجھے یہیں اسی گیراج میں ہونے والی اس کی گفتگو سے ہو گیا تھا۔"

ایبک اور ظفر، ظفر کے گھر کے باہر گھاس کے خالی قطعے پر بیٹھے تھے۔ بازو کمر سے پیچھے لے جا کر گھاس پر پھیلائے، ٹانگیں سیدھی کیے ایبک سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

آسمان پر ابھی بھی ہلکے بادل چھائے ہوئے تھے۔ وہ دوسرا دن تھا جب وہ ڈاک خانے والے راستے کی طرف نہیں گیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ سطوت عین اس وقت اس راستے پر کھڑی اس کا انتظار کر رہی ہوگی۔ وہ آسمان پر نظریں جمائے وہاں کیا دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا، یہ خود اسے بھی معلوم نہیں تھا۔

"محسوس تو میں اور معاذ بھی کر رہے تھے، لیکن یار! یہ تمہاری اپنی زندگی ہے۔ تم جو چاہو کر سکتے ہو۔" ظفر نے اپنے اور ایبک کے درمیان چھائی خاموشی کو توڑنے کی خاطر کہا۔ "رائنہ کو آپس کی بات کسی سے بھی نہیں کرنی چاہیے تھی، مجھ سے اور معاذ سے بھی نہیں۔۔۔ کجا اورنگ زیب بھائی۔ کیا ہم سب اورنگ زیب بھائی کے مزاج سے واقف نہیں۔۔۔"

"رائنہ ان کے مزاج سے واقف ہے۔ جب ہی تو اس نے صرف ان سے پوچھا۔" ایبک کی نظریں ابھی بھی آسمان پر جمی تھیں۔ "اسے یقین تھا کہ اورنگ زیب بھائی جستجو میں لگ جائیں گے۔ اس لیے ان کا انتخاب کیا۔"

"اس نے برا کیا بہت برا۔" ایبک نے تاسف سے کہا۔ "ظفر! مجھے لگ رہا تھا جیسے میں زندگی میں کوئی مقصد پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔ رائنہ نے میری تمام تر کوشش خاک میں ملا ڈالی۔" اس کے لہجے میں دکھ تھا۔

"احمق ہے رائنہ۔۔۔ نادان دوست، شاید وہ تم پر باقی سب سے زیادہ حق سمجھتی ہے اسی لیے جذباتی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہو گئی۔" اس نے رائنہ کی وکالت کرنے کی ایک کمزور سی کوشش کی۔

"اپنا حق جتانے کی خاطر دوسروں کے خواب توڑنے کی کوشش کس زمرے میں آتی ہے۔" ایبک نے ظفر کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا۔ "گناہ کے یا جرم کے؟"

"تم بھی جذباتی ہو رہے ہو اس وقت۔" ظفر نے کہا۔ "ایک عام سے معاملے کو ایسی انتہا پر لے جانا بھی تو جذباتی پن ہی کہلاتا ہے نا۔"

"تمہیں اندازہ نہیں ہے نا کہ رائنہ کے اٹھائے ایک عام سے معاملے کی وجہ سے کسی کا کیا نقصان ہوا ہے تم اسی لیے اس کو اتنا لائٹ لے رہے ہو۔"

ایبک اپنی جگہ سے کھڑا ہوا اور اپنی پتلون سے چپکے گھاس کے تنکوں کو جھاڑنے لگا۔ اسے ابھی اپنے گھر واپس جانا تھا۔

"اورنگ زیب نے نہ جانے کس رنگ میں ماما کو یہ خبر سنائی ہوگی۔" یہ بات سوچ کر ہی اس کا دل گھر جانے سے ڈر رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

"اس بستی کے باقی سب مرد ختم ہو چکے تھے جو قمر آرا تم پر کل کے بچے پر ڈورے ڈالنے بیٹھ گئیں۔" ایبک جتنا بھی خوف ناک قیافہ لگا لیتا مگر یہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ صالحہ اس سارے معاملے کو یہ رخ دیں گی۔

"مطلب ماما مطلب آپ کیا کہہ رہی ہیں؟" ایسا جھٹکا کھانے کے بعد وہ کچھ بولنے کے قابل بھی نہیں رہا تھا۔

"مطلب تم نہیں جانتے ایبک!" صالحہ کے دل میں آگ لگی تھی۔ ان کے اعصاب جواب دے رہے تھے۔ "مطلب میں جانتی ہوں۔" وہ دانت پیس رہی تھیں۔ "تم تو ابھی چھوٹے ہو نا تجربہ کار اور لاابالی۔ قمر آرا تو بڑے بڑوں کے ہوش اڑا دینے کا فن جانتی ہے۔ اوہ میرے خدا!" انہوں نے اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔

ایبک دم بخود بیٹھا صالحہ کو بولتے تلملاتے کوستے اور صلواتیں سناتے دیکھ اور سن رہا تھا۔ صالحہ قمر آرا کے ماضی کے البم میں جھانکتی ایک ایسی نادیدہ کیچڑ میں چھری چلا رہی تھیں جس سے اڑتے کیچڑ کے سب چھینٹے ایبک کو اپنے بے داغ کردار پر پڑتے محسوس ہو رہے تھے۔

"اس کی ہڈیوں میں ابھی بھی اتنا دم خم ہے کہ وہ ڈاک خانے والے دشوار اور ناہموار راستے پر تم سے ملاقاتیں کرنے پہنچ جاتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اس راستے کا انتخاب بھی اسی نے کیا ہوگا وہی جانتی ہے کہ اس طرف کم ہی کوئی جاتا آتا ہے۔"

ایبک کا سر چکرا رہا تھا۔ اس نے صالحہ کے طیش بھرے لہجے اور وحشت زدہ چہرے کی تاب نہ لاتے ہوئے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر سر جھکا لیا تھا۔

"ساری زندگی دوسروں کی جیبیں خالی کرا کر اپنا گھر بھرتے عمر گزر گئی اس کی اب کوئی تجربہ کار باشعور مرغا پھنسانے کی عمر تو رہی نہیں تو اس نے تمہیں پھنسا لیا۔ کتنی رقم خرچ کر چکے ہو ابھی تک اس پر بتاؤ تو ذرا... تاج خان کے پچھلے کھاتے جو تم نے کلیئر کیے وہ تو میں آج دیکھ آئی اور کیا اور کتنا لٹا چکے ہو اس پر بتاؤ تو ذرا۔" صالحہ چلا رہی تھیں۔

"غضب خدا کا!" انہوں نے ایبک کی مسلسل خاموشی سے مایوس ہو کر اورنگ زیب کی طرف دیکھا۔ "میں اس سے کہتی رہی نئے کپڑے خرید لو تمہارے سوئیٹر پرانے ہو چکے جوتوں کی سلائیاں نکل گئیں بار بار مرمت کرواتے ہو بہتر نہیں کہ جوتوں کی نئی جوڑی خرید لو موٹر سائیکل خراب ہے ایک دن لگا کر اس کو ٹھیک کروا لو... مگر میری اس نے ایک نہیں سنی سنتا بھی کہاں... اس پر تو اس کمینی کا عشق سوار تھا۔ اپنی جیب سے نکال کر اس پر لٹاتا رہا اور مجھ اندھی کو خبر ہی نہیں ہوئی۔"

اورنگ زیب کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ اگلے کئی ہفتوں تک کے لیے اسے موضوع مل گیا تھا۔ جس کو لے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کر اس معاملے کو ماما سے ڈسکس کرے گا اور اپنی مریم سے بھی۔ اسے تو آج رات ہی یہ ساری اسٹوری سنانی تھی۔ کتنا مزا آئے گا اس کو... وہ دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔

"دس سال پہلے بھی اس نے تمہاری ہی عمر کے جمال کو پھنسا لیا تھا۔ اس کا اپنا کوئی بیٹا ہوتا تو اسی عمر کا ہوتا جتنا جمال تھا۔ کرنل حبیب اللہ کا بیٹا' یاد ہے نا؟" انہوں نے ایک بار پھر اورنگ زیب کی طرف دیکھا۔

"یاد ہے ماما! میں نے ہی تو سب سے پہلے آپ کو بتایا تھا۔" اورنگ زیب کو ایسی باتیں کہاں بھول سکتی تھیں۔

"کیا کیا جتن کر کے کرنل صاحب نے اپنی پوسٹنگ یہاں سے کروائی تھی۔ بچہ ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا' کیا کرتے بے چارے' اس وقت بھی سب لوگوں نے لعنت بھیجی تھی اس قمر آرا پر... مگر مجال ہے جو اتنی سی بھی شرمندہ ہو جائے۔" صالحہ نے ایبک کی طرف دیکھا' جسے سانس لینا بھی مشکل ہو رہا تھا۔

"اب مجرموں کی طرح سر جھکائے خاموش کیوں بیٹھے ہو' بولتے کیوں نہیں؟ کیسے بولو گے' تمہارا راز تو چوراہے میں پھوٹنے والی ہانڈی کی طرح کھل گیا۔ جانتی ہوں میں' ہوشیاریوں اور چالاکیوں کے سارے سبق تمہیں پڑھا چکی ہوگی تمہیں وہ قمر آرا... مگر وہ بھی بھول گئی اور تم بھی بھول گئے کہ تم میرے بیٹے ہو۔ نیت کی صاف اور اللہ' رسول کی غلام عورت کے بیٹے۔ مجھ سے تمہارا یہ راز کیسے چھپا رہ سکتا تھا..."

کمرے میں شدید گھٹن کا احساس بڑھنے لگا تھا۔ ایبک کو لگا اس کا سانس بند ہو رہا ہے' وہ گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔

"استغفار' استغفار... اس دوزخی عورت کو اپنی جوان بیٹی تک کا بھی خیال نہیں جسے سارا دن گدھوں کی طرح گھر کے کاموں میں جوتے رکھتی ہے۔" کمرے سے باہر نکلتے ہوئے صالحہ کے الفاظ اس کے کانوں سے ٹکرائے۔

"وہ بے چاری تو گدھوں کی طرح کام کرتے کرتے گدھی ہی بن کر رہ گئی' ڈفر اور ڈمب۔" اورنگ زیب کہہ رہا تھا۔ "سنا ہے کالج میں بھی اس کے گریڈز ایوریج سے نیچے ہی رہتے ہیں' رضوان بتا رہا تھا..."

ایبک کی سماعت اورنگ زیب کے انکشافات کی حد سے باہر چلی گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"میرا مقصد یہ ہرگز نہیں تھا۔" رائنہ روہانسی ہو رہی تھی۔ اس روز ظفر اور معاذ نے اسے آڑے ہاتھوں لے رکھا تھا۔ ایبک چار کے اس گروپ سے اپنی علیحدگی کا اعلان کر چکا تھا اور دوستی کے مضبوط پرانے رشتے میں ایک ایسی دراڑ پڑتی نظر آ رہی تھی جس کو نجانے کبھی بھرنا بھی تھا یا نہیں۔

"میں نے سنا تھا کہ لڑکیوں کی اگر دوسروں کے معاملات میں بے وجہ کی دلچسپی لینے کی عادت ختم ہو جائے تو وہ بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دے سکتی ہیں۔" معاذ دکھ سے کہہ رہا تھا۔

"سارا قصور اورنگ زیب بھائی کا ہے' میں نہیں جانتی تھی کہ وہ اتنا بڑا فتنہ ثابت ہوں گے۔" رائنہ نے اپنی صفائی دینے کی کمزور کوشش کی۔

"تم جانتی تھیں اور اچھی طرح جانتی تھیں۔" معاذ نے دانت پیسے۔ "قصہ صرف اتنا ہے کہ تم ایبک کو اپنی زمین سمجھتی تھیں اور تمہیں یہ گمان ہونے لگا تھا کہ وہ اس زمین پر کسی اور کے لیے پھول کاشت کرنے لگا تھا۔ بس اتنی ہی سی بات ہے..."

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔" رائنہ کے پاس اپنے دفاع کے لیے الفاظ نہیں تھے۔

"تم نے ایبک کو ہرٹ کیا ہے رائنہ! تمہاری وجہ سے ہم دونوں بھی اس سے منہ چھپاتے پھر رہے ہیں۔" ظفر مایوسی سے بولا۔ "جس دوستی کی مثال سب دیتے تھے' اس کو تمہارے تجسس کے ناگ نے ڈس لیا ہے۔ اس نے کسی سے بھی بات تک کرنی چھوڑ دی ہے۔"

"میں نہیں جانتا اورنگ زیب بھائی اور صالحہ آنٹی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے اسے کیا کہا ہے؟" معاذ نے سر ہلایا۔ "لیکن جو بھی کہا ہے' وہ اس کے لیے ناقابل برداشت ہے' میں نے آج تک کبھی اسے اتنا خاموش اور افسردہ نہیں دیکھا۔ بتاؤ اب تم اس سارے کی تلافی کیسے کرو گی۔"

"میں... میں صالحہ آنٹی سے خود بات کروں گی' میں انہیں بتاؤں گی' وہ ایک غلط فہمی تھی۔ مجھے دوستی کا بھرم رکھنا آتا ہے' یقین کرو۔" رائنہ نے بے ربط الفاظ میں بات کرنے کی کوشش کی۔

"کسی ایسے وقت میں اس کے گھر مت چلی جانا' جب وہ گھر پر موجود ہو۔ اسے اور بھی برا لگے گا اور شاید تمہیں بھی اچھا نہ لگے۔" ظفر اسے سمجھا رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

کالج کے ایڈمن آفس سے فائنل امتحان کے لیے رول نمبر سلپس مل رہی تھیں۔ اس روز بی ایس سی فائنل ایر کے اسٹوڈنٹس کی کالج آمد کی وجہ سے خاصی گہما گہمی تھی۔ سطوت نے ایڈمن آفس کے کوریڈور میں اکیلے کھڑے ایبک کو دیکھا' وہ نوٹس بورڈ پر لگی ڈیٹ شیٹ دیکھ رہا تھا۔

پچھلے کئی روز سے وہ ڈاک خانے والے راستے پر نہیں آیا تھا۔ وہ ایسا کیوں کر رہا تھا' کوئی مسئلہ تھا' پریشانی تھی یا پھر اس کا دل اس معمول سے اچاٹ ہو گیا تھا۔ سطوت کا دل چاہا' وہ اسے کچھ تو بتائے۔ اسی امید پر کہ وہ سطوت پر نظر پڑ جانے پر اس کی طرف آئے گا' اس نے وہیں کھڑے کھڑے اردو لازمی کا پیریڈ چھوڑ دیا تھا' لیکن پندرہ منٹ بعد وہ اس کی سمت آنے کے بجائے دوسری طرف مڑ گیا تھا۔

سطوت نے اپنی تھکی ہوئی آنکھوں کو تھوڑی دیر کے لیے بند کیا اور پھر گھاس کے قطعے پر رکھے سنگی بینچ پر بیٹھ گئی۔ وہ اتنے روز شاید خواب دیکھتی رہی تھی' شاید اس روز اس کی آنکھ بہت دنوں بعد کھلی تھی۔

اس نے سامنے دیکھا۔ ایبک کی بہترین دوست رائنہ پارکنگ لاٹ میں کھڑی سر پر رکھے ہیلمٹ کا تسمہ ٹھوڑی پر تیزی سے چڑھا کر اپنی بائیک پر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے عجلت میں بائیک کو کک ماری تھی اور بائیک پارکنگ سے نکال کر کالج کے گیٹ کی طرف لے گئی تھی۔

"یہ لڑکی کتنی خوش قسمت ہے۔ اسے ایبک کی دوستی میسر ہے اور جسے ایبک کے ساتھ اٹھنے' بیٹھنے' گھومنے' پھرنے اور باتیں کرنے کے لیے ڈاک خانے والا راستہ نہیں اپنانا پڑتا۔ یہ کھلے عام اس کے ساتھ گھومتی' خوش گپیاں کرتی نظر آتی ہے اور کوئی کچھ نہیں کہتا۔" سطوت کو رائنہ پر رشک آنے لگا۔

"یہ گزرے کل میں بھی ایبک کے ساتھ تھی اور آنے والے کل میں بھی اس کے ساتھ ہو گی۔ دونوں ایک سے مضمون جو پڑھتے ہیں۔"

☼ ☼ ☼

رائنہ اسے چواین لائی کے آفس میں بیٹھے فائنل ڈسکشنز کرتے چھوڑ کر آئی تھی۔ وہ گھنٹے دو گھنٹے سے پہلے اٹھنے والا نہیں تھا۔

ایبک کے گھر کے احاطے میں داخل ہو کر بائیک سیڑھیوں کے نیچے کھڑی کر کے وہ صالحہ آنٹی تک پہنچنے کے لیے تیزی سے سیڑھیاں چڑھنا چاہتی تھی' لیکن چار ہی سیڑھیاں چڑھنے پر لکڑی کی سیڑھیوں کے سبز ریلنگ سے لٹکتے ایک لفافے نے اس کے قدم روک لیے۔ اس نے جھک کر لفافے کو ہاتھ لگایا' وہ پتنگ کی ڈور کی مدد سے ریلنگ کے ساتھ بندھا تھا۔

رائنہ نے تیزی سے لفافے میں ہاتھ چلایا۔ لفافہ کاغذ کی چھوٹی چھوٹی ان گنت کترنوں سے بھرا ہوا تھا۔ یہ ایسی کترنیں تھیں جو کسی نازک چیز کی پیکنگ میں اسے دباؤ سے بچانے کے لیے بھری جاتی تھیں۔ رائنہ نے لفافے کو ہاتھ میں لیا اور لاشعوری طور پر کندھے سے لٹکتے بیگ میں اڑس لیا۔ "واپسی پر سڑک کنارے لگے کوڑادان میں ڈال جاؤں گی۔" اس نے سوچا تھا۔

صالحہ آنٹی سے اس روز کی ملاقات سے اس کے اندر کا جرم کا احساس کافی حد تک کم ہو گیا تھا۔ صالحہ آنٹی اس بات کو تو کوئی اہمیت ہی نہیں دے رہی تھیں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جو رائنہ نے اورنگ زیب سے کہی تھی' ایبک سے ناراضی کی ان کے پاس اپنی وجہ تھی اور بقول ان کے وہ ان کے گھر کا معاملہ تھا۔ رائنہ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔

"تم تو دوست ہو اس کی' وہ بھی قریبی اور پرانی' ایبک کا رویہ بدلے گا تو تم تو چونکو گی ہی۔" صالحہ آنٹی نرم لہجے میں کہہ رہی تھیں۔

"گویا مسئلہ کچھ اور تھا۔" واپسی کے لیے سیڑھیاں اترتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔ "وہ بلاوجہ ہی دل گیر ہوئی۔ لیکن پھر ایبک مجھ سے کیوں منہ پھلائے پھر رہا ہے اور چار کے گروپ سے خود کو علیحدہ کر لینے کی کیا وجہ ہے۔" پھر اس کا ذہن ایک نئے نقطے پر اٹک گیا اور اسی نقطے پر سوچتے ہوئے وہ کاغذ کی کترنوں والا لفافہ سڑک کنارے لگے کوڑادان میں ڈالنا بھول گئی۔

☼ ☼ ☼

"وہ یقیناً" خواب ہی تھا۔" جنگلی ڈیزیز کے مرجھائے ہوئے پھولوں کو اسلامیات اختیاری کی کتاب میں رکھتے ہوئے سطوت نے بالآخر پندرھویں روز ہار مانتے ہوئے فیصلہ کر لیا تھا۔

نہ تو کوئی ڈاک خانے والے راستے پر آتا تھا نہ ہی تاج چاچا کے اسٹور پر حساب چکاتا تھا۔ لوگ ٹھیک کہتے تھے' مسلسل تنہائی اور مشکلات سے انسان طرح طرح کے اوہام میں پڑ جاتا ہے۔ سطوت کے ایسے ہی ایک وہم کا نام ایبک تھا اور اب اسے باقی کی پوری زندگی اس وہم کے فسوں سے خود کو نکالنے کی کوشش کرنا تھی۔

دن گزرتے اور موسم بدلتے چلے جا رہے تھے۔ بی ایس سی فائنل کے امتحان آئے اور ہو کر ختم بھی ہو گئے۔ ظفر اور معاذ انٹری ٹیسٹ کی تیاری کے لیے اسلام آباد جانے کی تیاری کر رہے تھے اور رائنہ ایک ایسے موقع کی تلاش میں تھی جب وہ چاروں ایک بار پھر کہیں اکٹھے مل بیٹھ سکیں۔ غلط فہمیوں اور بدگمانیوں کی گرد کا صاف ہونا بہت ضروری تھا' مگر وہ ایبک تھا جس نے صالحہ کی ڈانٹ ڈپٹ اور بدگمانی کے نتیجے میں خود پر پڑنے والے کیچڑ کے چھینٹوں کو صاف کرنے کی ایک بار بھی کوشش نہیں کی تھی۔

اس نے صالحہ کے سامنے اپنی صفائی میں کچھ نہیں کہا تھا' بس خود میں گم صم ہو کر رہ گیا تھا۔ صالحہ کے پاس اب اس کی خبر لانے کو اورنگ زیب اور رضوان کے علاوہ اور اعتبار والے چند لوگ تھے اور انہیں ہر جگہ سے یہ ہی رپورٹ ملتی تھی کہ ایبک نہ ڈاک خانے والے راستے پر دیکھا گیا نہ ہی کبھی تاج خان کے اسٹور کے قریب سے گزرا تھا۔ قمر آرا کے کھاتے میں قمر آرا کی طرف ادھار روز بروز بڑھتا چلا جا رہا تھا اور ایک دن جلد ہی ایسا بھی آنے والا تھا جب تاج خان نے قمر آرا کو مزید ادھار سودا دینے سے انکار کر دینا تھا۔

صالحہ کو اطمینان ہونے لگا تھا۔ ایبک اپنے کمرے میں گھسا پڑھائی میں مصروف رہتا تھا۔ اس کے امتحان کے دوران ہی وہ جرمنی میں رہنے والے اپنے چچازاد بھائی سے ایبک کے مستقبل کے بارے میں معاملات طے کر چکی تھیں۔ انہوں نے اس سے بات بھی کر لی تھی' اسے جرمنی جا کر مزید تعلیم حاصل کرنے پر کوئی اعتراض نہیں تھا' ان کے ناتجربہ کار' بے ضرر اور معصوم بیٹے کے لیے بس اتنی ہی ڈوز کافی تھی۔

☼ ☼ ☼

ظفر کے گھر کے گیراج میں دیوار سے ٹیک لگائے وہ نیچے فرش پر بیٹھا تھا۔ گیراج میں روشن' کم طاقت کے انرجی سیور کی روشنی اس کے چہرے کے خدوخال کو واضح کرنے کے لیے ناکافی تھی' لیکن اس سے ذرا فاصلے پر بیٹھا معاذ دیکھ سکتا تھا کہ وہ اداس تھا اور دکھی بھی۔

"تم نے غلط کیا ابی۔ تمہیں صالحہ آنٹی کو سب سچ سچ بتا دینا چاہیے تھا۔"

"کیوں بتاتا۔" اس نے گردن موڑ کر معاذ کی طرف دیکھا۔ "انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھا ہی کب' وہ تو کنفرمڈ تھیں کہ ادھر ادھر سے سن کر وہ جو سوچ رہی

WWW.PAKSOCIETY.COM
www.urdunovelbank.com



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھیں، وہ بالکل ٹھیک تھا۔"

"غلط فہمیاں تو پیدا ہی دور کیے جانے کے لیے ہوتی ہیں یار! وہ بھی ماں اور بیٹے کے درمیان، آنٹی کی غلط فہمی دور کرنے میں تمہیں کیا مسئلہ تھا۔" ظفر کا سایہ گیراج کے اندر آکر ان دونوں پر پڑنے لگا۔

"اگر وہ مجھے زندگی کے ان بائیس سالوں میں ڈھنگ سے نہیں جان پائیں تو کیا ان چند لمحوں میں جان جاتیں۔" وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولا۔ "بہتر ہوتا اگر خود پر وہ گھٹیا اور ناقابل برداشت الزام سننے سے پہلے میں مرجاتا۔"

"الزام تو انہوں نے قمر آرا پر لگایا تھا یار! تم پر تو نہیں۔" ظفر اس کے قریب آکر بیٹھ گیا۔

"وہ بھی قمر آرا کے ماضی کے کارناموں کی وجہ سے، تمہیں تو وہ معصوم سمجھتی ہیں شاید۔"

"بدگمانی اتنی شدید ہوجائے کہ آنکھوں پر پٹی باندھ دے، انسان کو بصارت سے محروم کردے اور وہ اپنے سامنے اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے چیزوں کو اپنی مرضی کی شکل دینے لگے تو ایسے شخص کو چیزوں کی اصل شکل سجھائی نہیں جاسکتی۔ قمر آرا کا ماضی کیا تھا، اگر ہم بغیر اس کا حال دیکھے اسے صرف ماضی کی نظر سے دیکھتے رہیں گے تو پھر تو وہ ہمیشہ کے لیے مطعون ہی ٹھہرے گی نا۔" ایبک جیسے نیند میں بول رہا تھا۔

"گویا تم قمر آرا کو بھی ویسا نہیں سمجھتے جیسی وہ مشہور ہیں۔" ظفر حیرت سے بولا۔

"میں قمر آرا کی وکالت نہیں کررہا، مجھے ماما سے ایسی تنگ نظری اور بدگمانی کی توقع نہ تھی۔ انہوں نے مجھ سے کوئی بھی وضاحت لیے بغیر قمر آرا پر الزام دھردیا۔ ماما خود کو اعلا ظرف سمجھتی ہیں، مگر درحقیقت ان کا ظرف بلند نہیں ہے۔"

"تم صالحہ آنٹی کو "ٹلار جردین لائف" فریم میں جڑا ایک امیج سمجھتے ہو ایبک! جب کہ کوئی بھی انسان اتنا پرفیکٹ نہیں ہوتا۔ ذاتی تعصبات ہر کسی کے ساتھ چمٹے ہوتے ہیں۔" ظفر اسے وہ سمجھانے کی کوشش کررہا تھا جو وہ سمجھنا چاہتا ہی نہیں تھا۔

"ماما نے میری نظر میں اپنے امیج کو ہمیشہ کے لیے لیٹ ڈاؤن کردیا ہے، لیکن وہ میری ماں ہیں، میں انہیں لیٹ ڈاؤن نہیں کرسکتا۔ اسی لیے وہ جو توقع مجھ سے رکھتی ہیں میں اس پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔" اس نے بھاری آواز میں کہا۔

"فرار حاصل کررہے ہو یہاں سے، ہے نا!" معاذ نے اسے غیرت دلانے کی کوشش کی۔

"تم نے اسے بھی کچھ بتایا ہے کہ ہو کیا رہا ہے، جس کی وجہ سے تھوڑے سے دنوں میں حالات کا نقشہ بدل گیا۔۔۔"

"اسے سوچنے اور سوچ کر سمجھنے کی عادت نہیں ہے۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔ "وہ ہر طرح کے حالات کی عادی ہوجانے کی غیر معمولی صلاحیت کی مالک ہے۔ میں اسے کوئی وضاحت دینے کی ضرورت نہیں سمجھتا۔"

ظفر اور معاذ نے کم روشنی میں دیوار پر پڑتے ایک دوسرے کے سائے کی طرف دیکھا۔ وہ جس ایبک کو ہمیشہ سے جانتے تھے، وہ فیصلہ کرلینے کے بعد اسے بدل دینے کا عادی نہیں تھا، وہ دونوں جان گئے تھے کہ اس معاملے پر ایبک کو جتنا ان دونوں کے سامنے حال دل سنانا تھا، وہ سنا چکا تھا۔ اس سے آگے وہ ایک لفظ بھی نہیں بولنے والا تھا۔

"یہ تمہارے لان میں آگ کیوں روشن ہے؟" ایبک نے گیراج کے اٹھے ہوئے شٹر کے عین نیچے کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا۔

"صرف آگ نہیں، یہ وہ سالانہ بون فائر ہے جو ہم سال کے اس حصے میں مناتے ہیں۔ آج تمہارے لیے خصوصی بون فائر کا اہتمام کیا ہے میں نے۔" ظفر باہر نکلتے ہوئے بولا۔ ایبک اور معاذ بھی ظفر کے پیچھے چلتے لان میں آگئے۔ روشن آگ کے قریب رائنہ کھڑی اس میں خشک ٹہنیاں اور پتے جھونک رہی تھی۔ آگ کی روشنی میں ایبک اور رائنہ کی نظریں لمحہ بھر کے لیے ایک دوسرے سے ملیں، رائنہ کی نظروں میں افسردگی تھی اور ایک التجا بھی۔

WWW.PAKSOCIETY.COM



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میں جذباتی ہوں اور ضرورت سے زیادہ بول جانے والا شخص بھی ہوں۔" ایبک نے آگ کے اس الاؤ کے قریب بیٹھتے ہوئے رائنہ سے کہا۔

"میرا یقین کرو۔۔۔ میرا مقصد وہ نہیں تھا جو ہو گیا۔" رائنہ کے لہجے میں مجرموں کی سی شرمندگی تھی۔

"ہو سکتا ہے۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔ "واقعات کو رونما ہونے کے لیے وجوہات چاہیے ہوتی ہیں۔ تمہارا تجسس میرے گھر والوں کی نظروں میں مجھے منہ کے بل گرانے کی وجہ بن گیا۔" اس نے شکستہ لہجے میں کہا۔ "کوئی بات نہیں۔ ہوتا رہتا ہے۔"

"میں نے صالحہ آنٹی کو سمجھانے کی کوشش کی تھی۔" رائنہ کے لہجے میں ایبک سے زیادہ شکستگی تھی۔

"اور وہ نہیں مانی ہوں گی۔" ایبک کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ ابھری۔ "ان کو ماننا بھی نہیں چاہیے تھا' تعصب کی عینک سے چیزوں کا منظر ویسا ہی نظر آتا ہے جو ہم نے سوچ لیا ہوتا ہے۔ مجھے ماما سے بھی کوئی گلہ نہیں۔" الفاظ اس کے حلق میں اٹکنے لگے تھے۔

"کم آن بچو۔" معاذ نے تالی بجاتے ہوئے ان تینوں کو اسی طرح مخاطب کیا جیسے وہ ہمیشہ کیا کرتا تھا۔ "آج کی رات آخری رات ہے۔ کل صبح طلوع ہونے والے سورج کے ساتھ دنیا بدل جانے والی ہے۔"

ہر سال بون فائر کے دوران اس قسم کے اعلان کرنا بھی معاذ کی عادت تھی' مگر یہ پہلا موقع تھا جب ان چاروں میں سے ہر کوئی جانتا تھا کہ آنے والے کل میں واقعی دنیا بدل جانے کو تھی۔

"ایبک جرمنی جا رہا ہے۔ مجھے اور ظفر کو اسلام آباد میں ایڈمیشن مل چکا ہے۔ اور رائنہ تم۔" معاذ نے رائنہ کی طرف دیکھا۔ "تم اپنے پیرنٹس کے ساتھ لاہور جا رہی ہو کیونکہ تمہارے ڈیڈی نے کمپنی کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ میں نے کہا نا' آج کی رات آخری رات ہے۔ کل صبح طلوع ہونے والے سورج کے ساتھ دنیا بدل جانے والی ہے۔۔۔"

"لیکن کچھ لوگ ہیں' جن کے لیے ہر دن کا نیا سورج کبھی بھی اپنے ساتھ کچھ نیا لے کر نہیں آتا۔"

معاذ نے قریب بکھری چھوٹی چھوٹی خشک ٹہنیاں اور جھاڑ جھنکار روشن الاؤ میں پھینکتے ہوئے کہا۔

"وہ ایک سی زندگی گزارے چلے جاتے ہیں اور پھر ایک دن دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔" وہ ایک انگریزی نظم کا ترجمہ سنا رہا تھا۔

"اور ایسے ہی چند لوگ میرا غم ہیں۔"

معاذ نے نظم کا اگلا حصہ سنایا۔

"ایسے ہی چند لوگوں کے لیے میں جینا چاہتا تھا۔" ظفر روشن الاؤ پر نظریں جمائے بولا۔

"لیکن مجھ کو جینے نہیں دیا گیا۔"

ایبک نے ہاتھ میں پکڑا آخری خشک چرمراتا پتہ آگ میں اچھالا۔

☼ ☼ ☼

بہار کے بعد برسات گزری اور وادی میں ایک بار پھر سرما کا موسم اترنے لگا تھا۔ قمر آرا کے جسم کے جوڑ کمزور سے کمزور تر ہوتے چلے جا رہے تھے اور ہڈیاں ہر روز پہلے سے زیادہ بھربھری اور نرم۔ سرما کے آغاز پر کپڑے بدلتے ہوئے ان کے کندھے کا جوڑ اتر گیا اور ریڑھ کی ہڈی کا ایک مہرہ بھی اپنی جگہ چھوڑ گیا۔ سطوت نے کالج جانا چھوڑ دیا۔

پشاور سے قمر آرا کا بڑا بھائی ایک رات کے لیے آیا تھا۔ وہ مصر تھا کہ قمر آرا اور سطوت اس کے ساتھ پشاور چلی جائیں۔ وہاں قمر آرا کا بہتر علاج ہو سکتا تھا' مگر قمر آرا وہ جگہ چھوڑنے پر ہرگز آمادہ نہیں تھیں' مایوس ہو کر سطوت کے ماموں نے کچھ رقم قمر آرا کے اکاؤنٹ میں ڈلوائی اور واپس چلا گیا۔

ماموں کی دی ہوئی رقم سے چند مہینے علاج معالجے اور خوراک کے ساتھ نکل گئے اور اس کے بعد گھر میں ایک بار پھر فاقوں نے ڈیرا ڈال لیا۔

"ہاتھ پیر ہلانے پڑیں گے' آسمانوں سے من و سلویٰ کوئی بھی اس گھر میں نہیں اتارے گا۔" قمر آرا کا سارا دن چیخ چیخ کر سطوت کو اکسانے میں گزر جاتا اور



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سطوت کرسی پر بیٹھی میز پر سجے ایک ڈیسک ٹاپ کمپیوٹر مانیٹر کی اسکرین دیکھتے گزارتی۔

"سمجھ میں نہیں آتا' یہ منحوس کدھر سے تمہارے ہاتھ لگ گیا۔" قمر آرا کا بس سطوت پر نہ چلتا تو وہ اس مانیٹر کو کوسنے لگتیں۔ "جانتی ہوں... میں تمہارے ہاتھ پیسے پکڑاتی رہی اور تم ان پیسوں سے اپنے لیے یہ منحوس مشغلے خرید کر لاتی رہیں۔ خوب تم نے پیسے برباد کیے اور مجھے کانوں کان خبر نہیں ہوئی۔"

وہ چارپائی پر بیٹھے بیٹھے آگے کھسک کر اس بے جان اسکرین کو دیکھنے کی کوشش کرتی جس پر جمی سطوت کی نظریں ادھر ادھر ہونے کا نام نہیں لیتی تھیں۔ سطوت انہیں کبھی نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ کمپیوٹر اور کتابیں' اس استری کی طرح اسے اپنی دہلیز پر پڑی ملی تھیں جس نے ایک رات انہیں سردی سے بچایا تھا۔

"ارے میں تو کہتی ہوں پڑھنا' پڑھانا تو تم نے ہے نہیں' یہ جو کتابوں کا ڈھیر بستوں میں بند کر کے الماری پر رکھ چھوڑا ہے' جا اسے ہی ردی میں بیچ آجا کر۔ کچھ تو پیسے مل جائیں گے۔" اس کی بے حسی قمر آرا کو مصلحت آمیز لہجہ اپنانے پر مجبور کر دیتی۔

"یہ کتابیں؟" سطوت کی نظر مانیٹر سے ہٹ کر الماری پر سجی کتابوں پر جا ٹھہرتی۔ "ان کے اندر تو میری سانس بند ہے۔ ان کے ساتھ میری زندگی کے چند خوش گوار دن خواب کی طرح جڑے ہیں۔ ان کے صفحوں پر تو زندگی ہنستی ہے اور کھیلتی ہے۔ میں اپنے سانس' اپنے خواب اور ہنستی کھیلتی زندگی کیسے ردی میں بھیج سکتی ہوں امی!" وہ زیر لب کہتی۔

"کچھ اور بیچنے کو بچا ہے اس گھر میں تو کہیں' میں ابھی جا کر بیچ آتی ہوں۔" وہ نظر اٹھا کر قمر آرا کی طرف دیکھتی۔

"محمدی بتا رہی تھی' نیچے وادی میں ننھے بچوں کا نیا اسکول کھلا ہے' اسکول والے کم پڑھی لڑکیوں کو بھی ٹیچر بھرتی کر رہے ہیں' جا... محمدی کے ساتھ جا کر ایک درخواست تو بھی دے آ۔" قمر آرا کو نیا خیال سوجھا۔

"میں میٹرک سیکنڈ ڈویژن۔" وہ سوالیہ نظروں سے قمر آرا کو دیکھتی "عمر بھر مر مر کر پاس ہونے والی ایک لڑکی کو اس بستی کا کون سا استاد نہیں جانتا ہوگا۔ مجھے کون دے گا نوکری۔"

لیکن پھر ایک دن محمدی خالہ اسے زبردستی گھسیٹ کر اپنے ساتھ لے ہی گئیں۔ بستی کے عام لوگ اپنی بچیوں کو نوکری کی اجازت نہیں دے رہے تھے اور اسکول کھولنے والوں کو ٹیچرز کی فوری ضرورت تھی' سو سطوت کو ہاتھوں ہاتھ اسکول میں نوکری مل گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"سنا ہے۔" اورنگ زیب نے آتش دان میں جلتی آگ پر ہاتھ سینکنے کے بعد انہیں آپس میں رگڑتے ہوئے بات شروع کی۔ صالحہ نے کشیدہ کاری کے فریم سے نظر اٹھا کر اورنگ زیب کی طرف دیکھا۔

"تو اب یہ کچھ نئی سن آیا۔" انہوں نے دل میں سوچا۔

"وہ جو جانے سے پہلے ایبک نے بتایا تھا کہ وہ اپنا کمپیوٹر' کتابیں اور سی ڈیز' کسی جونیئر طالب علم کو دے آیا تھا' وہ اس نے کالج کے کسی بچے کو نہیں دی تھیں۔"

"اچھا تو پھر کسے دے دیں؟" صالحہ کو اورنگ زیب کی یہ نئی کہانی ذرا بھی دلچسپ نہیں لگی تھی۔

"یہ تو پتا نہیں۔" اورنگ زیب نے سر ہلایا۔ "لیکن میں سوچ رہا تھا کہ کہیں انہیں بیچ کر رقم بھی قمر آرا کو نہ دے گیا ہو۔"

"حد کرتے ہو تم بھی اورنگ زیب!" صالحہ نے فریم صوفے پر پٹخ دیا۔ "ایک بار علم ہو جانے پر میں نے باز کی طرح اس پر نظر رکھی' وہ کب قمر آرا سے مل سکا ہوگا اور کہاں۔ "یہاں نیچے گھر میں؟"

اورنگ زیب نے نفی میں سر ہلایا۔

"تو پھر وہاں ڈاک خانے والے راستے پر؟" انہوں نے اس کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔ "اتنی فرصت میں نے اسے ملنے دی تھی کیا؟" اورنگ زیب نے پھر انکار میں سر ہلایا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"کبھی اپنی کم عمری، معصومیت اور بھولے پن میں اگر وہ قمر آرا کی چھے دار باتوں میں آ ہی گیا ہوگا تو پھر میرے ایک دفعہ سمجھانے پر دیکھا نہیں تھا کیسا گم صم ہوگیا۔ شرمندگی اس کی نظروں سے جھلکتی تھی۔ تمہیں تو بے کار کی سننے اور آگے سنانے کی عادت ہی ہوچکی ہے۔" صالحہ کا دل ایک سے جدائی پر بوجھل تھا، قمر آرا والے قصے پر دل کا ملال ابھی تک نہیں گیا تھا۔ اس پر اورنگ زیب کی باتیں۔

"آپ نے بڑا عقل کا کام کیا ماما!" ماں کو یوں غصے میں آتے دیکھ کر اورنگ زیب نے بات بدلی۔

"جو فٹافٹ ایک کو یہاں سے نکالنے کی کی۔"

"کیا عقل کا کام کیا۔" صالحہ پہلے سے زیادہ بلند آواز میں بولیں۔ "میری تو عقل مت سب ماری گئی اس انہونی کو سن کر یوں افراتفری میں اسے یہاں سے نکالنے کی پڑ گئی مجھے کہ اس کے رزلٹ تک کا انتظار نہ کرنے دیا۔ یہاں سے دیکھ بھال کر جاتا تو اچھی سے اچھی یونیورسٹی میں داخلہ مل سکتا تھا اسے۔ رزلٹ دیکھا تھا اس کا۔" انہوں نے اورنگ زیب کو جتایا۔

"پورے ڈویژن میں ٹاپ کیا اس نے اتنے نمبر کوئی دو جنم میں لے کر دکھائے جتنے اس نے لے لیے پھر بھی اپنی مرضی کی یونیورسٹی میں داخلہ نہ لے سکا۔ میرے فیصلوں پر سر جھکا دیا بس۔۔۔"

"اس کی ڈگری کے ساتھ جرمنی کی کسی بھی یونیورسٹی کا نام لگا ہوگا تو یہاں ہاتھوں ہاتھ لیا جائے گا، فکر کیوں کرتی ہیں آپ؟" اورنگ زیب نے سر جھٹکا۔

"فکریں تو جیسے میری جان کو چمٹ کر رہ گئی ہیں۔" صالحہ زیر لب بولیں۔ "اب تم بس تیاری پکڑو، میں نے بھائی جان سے بات کرلی ہے۔ اگلے مہینے ہم کراچی جارہے ہیں، میں اور تم۔۔۔ باراتی۔ گھر میں بہو آجائے گی تو میرے دل کو بھی رونق کا کچھ احساس ہونے لگے گا۔۔۔" انہوں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

☼ ☼ ☼

اوپر والے گھر میں دلہن آگئی تھی۔ محرابی برآمدے میں جس کے سامنے باریک تیلیوں سے بنی نازک چقیں تنی رہتی تھیں۔ اب وہ چقیں اوپر اٹھی اور بندھی رہتی تھیں اور سجی بنی اور نئی نویلی دلہن برآمدے کے ستونوں اور لکڑی کی ہری ریلنگ کے ساتھ کھڑی نظر آتی تھی۔ اسکول کے لیے جاتے آتے سطوت ایک بار سر اور نظر اٹھا کر اسے ضرور دیکھتی اور پھر سر جھکا کر اپنے دھیان میں چلنے لگتی۔ اس کے روزانہ کے اس معمول کے دوران کبھی کبھار اورنگ زیب بھی اسے نظر آجاتا، مگر اورنگ زیب کا بھائی کہاں تھا اسے کچھ پتا نہ چل سکا تھا۔ بی ایس سی فورتھ ایر کے اسٹوڈنٹس کالج سے مکمل رخصت ہوچکے تھے۔ اسکول میں اس کے ساتھ کی ٹیچرز اسے بتاتی تھیں۔ ان میں سے بیشتر مزید پڑھائی کے لیے بڑے شہروں کی طرف چلے گئے تھے۔ ایک اور اس کے تینوں دوست بھی اسی سلسلے میں وہاں چلے گئے ہوں گے، اس نے خود سے سوچ لیا تھا۔

ڈاک خانے والے راستے اور تاج چاچا کے اسٹور کی باتیں دن گزرنے کے ساتھ ساتھ مزید خواب ہوتی چلی جارہی تھیں، لیکن وہ اسکول کی پرنسپل تھی جو کبھی کبھار اسے اپنے آفس میں بلا کر اچنبھے کا اظہار ضرور کرتی تھی۔

"میں نے سنا تھا تم اسکول میں ایک عام درجے کی طالبہ تھیں۔" وہ کہتیں۔ "اور کالج کی تعلیم بھی تم مکمل نہ کرپائیں، لیکن تمہاری جنرل نالج، میتھس کی کیلکولیشنز اور انگریزی کی شدھ بدھ کافی اچھی ہے۔ ان سب کے ہوتے ہوئے تم عام درجے کی طالبہ کیسے رہ گئیں۔"

"جب کیلکولیشن کی سمجھ آنے لگی، ڈکشنری رٹ لینے کا سبق پڑھنے کو ملا اور سامنے والے پتھر پر بیٹھے شخص نے جنرل نالج کے خزانے میرے کانوں میں ڈالنے شروع کیے، وہ نصف رات سے ذرا پہلے کا وقت۔"

وہ پرنسپل کے سوال کے جواب میں سر جھکائے خاموشی کی زبان میں جواب دیتی۔ "اس کے بعد بارہ بجے کا گھنٹہ بجنے میں ذرا سا وقت ہی باقی رہتا تھا۔ ابھی تو



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کالج کی کلاسوں میں سزاؤں سے بچ کر سر اٹھا کر بیٹھنے کا سلسلہ ہی شروع ہوا تھا کہ بارہ کا گھنٹہ بج گیا اور میرے رتھ یان دوبارہ سے مینڈک بن گئے' میرا رتھ ایک عام سے کدو میں تبدیل ہو گیا اور میرا سنہری کرنوں والا لباس چیتھڑوں کی شکل اختیار کر گیا۔"

اس کی نظروں کی اداسی پر نسپل کو اپنے دل پر اثر کرتی محسوس ہوتی۔

"کیا بات ہے سطوت سجاد' تم اتنی خاموش طبع کیوں ہو؟" وہ اپنا سوال بدل دیتیں۔

"میں نے اپنی امی سے کہا بھی تھا' ڈاک خانے کا راستہ طویل اور دشوار ہے' مجھے ادھر جانے سے ڈر لگتا تھا' وہ نہیں مانیں اور انہوں نے مجھے اس راستے پر بھیج دیا۔ دیکھ لیں میڈم! مجھے اس راستے پر جانے کی سزا ملی ہے۔ مجھے وقت کے بھیڑیے نے اپنے لمبے لمبے ناخنوں اور خونخوار دانتوں میں دبوچ لیا ہے۔" وہ پرنسپل کو اپنے خاموش طبع ہونے کی وجہ بتانا چاہتی تھی' مگر بتا نہیں پاتی تھی۔

"اینی ویز سطوت سجاد!" پرنسپل اس کی مسلسل خاموشی پر گہرا سانس لیتے ہوئے کہتیں۔

"Keep working hard" (محنت جاری رکھو) میں تمہارے کام سے خوش اور مطمئن ہوں حالانکہ تمہیں ٹیچنگ کے لیے ہائر کرنا ایک بہت بڑا رسک تھا۔" وہ اسے جتانا نہ بھولتیں۔

"تمہاری کلاس کا ششماہی رزلٹ اچھا آیا تو میں تمہارے لیے اضافی بونس کی بھرپور سفارش کروں گی۔"

اور یہ بھی تو ڈاک خانے والے راستے پر بیٹھ کر پڑھنے والے اسباق کا کمال ہی تھا کہ سال میں دوبار اس کی تنخواہ میں اضافہ اس کی کارکردگی کی وجہ سے ہوا تھا۔ سطوت اس خواب سے نکلنے کی کتنی ہی کوشش کرتی' کیسے نکل سکتی تھی۔

☼ ☼ ☼

"تم جانتے ہو' تم میرے ساتھ اچھا نہیں کرتے ہو۔" صالحہ فون پر ایک سے مخاطب تھیں۔

"اب میں نے کیا کیا ہے ماما؟" وہ دھیمے لہجے میں بولا تھا۔

"دنوں مجھ سے بات نہیں کرتے ہو' کبھی کوئی خط بھی نہیں بھیجتے۔" وہ گلہ کر رہی تھیں۔

"میں ای میل بھیجتا تو ہوں ماما۔۔۔ اورنگ زیب بھائی آپ کو پڑھا دیتے ہیں۔"

"جانے دو ای میلز کو۔۔۔ جو بات طویل خطوط میں تھی' وہ ای میلز میں کہاں۔ نپے تلے لفظ وہ بھی رومن انگریزی میں۔۔۔ نہیں' میری تسلی نہیں ہوتی۔" وہ سر ہلاتیں۔

"چھوڑیں ہاتھ سے لکھے خطوط کو ماما۔۔۔" اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "اب کون لکھتا ہے خط اور ویسے بھی خط لکھوں تو آپ تک پہنچے کیسے۔ پاکستان خان کے بعد بستی کے لیے آج تک کوئی ڈاکیا مقرر نہیں کیا۔ محکمہ ڈاک نے۔۔۔"

"میں منگوا لوں گی یا پھر خود لے آیا کروں گی جا کر۔ تم لکھو تو سہی۔" انہوں نے بے قراری کے عالم میں کہا تھا۔

"آپ جائیں گی' ڈاک خانہ والے راستے پر۔۔۔" وہ ہلکا سے مسکرایا تھا۔ میری مانیے ادھر جانے کا کبھی سوچیے گا بھی مت۔ وہاں پر ایک ایسا ونڈر لینڈ آباد ہے' جس میں داخل ہونے کے بعد انسان خود سے باہر نکل نہیں پاتا' ہاں نکال کر باہر پھینک دیا جائے تو اور بات ہے۔"

"پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو تم۔" صالحہ جھنجلا کر بولی تھیں۔ "میری بات غور سے سنو' یا تو مجھے ہر دوسرے دن فون کیا کرو یا پھر خط لکھا کرو تفصیل سے۔۔۔ اتنی دور بیٹھی ماں کی یاد نہیں آتی تمہیں کیا۔ میں کیسے زندگی گزار رہی ہوں۔ کن مسائل کا سامنا کر رہی ہوں۔ کچھ جانتے بھی ہو تم؟"

"اب آپ اموشنل بلیک میلنگ کرنے لگی ہیں۔" وہ ایک بار پھر مسکرایا۔ "کیا میں جانتا نہیں کہ آپ اپنی مرضی کی زندگی گزارنے کی عادی ہیں' ایسی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نپی تلی زندگی جس میں مسائل آپ کے قریب پھٹکنے سے بھی ڈرتے ہیں۔"

یہ کہتے ہوئے اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز ابھرا تھا۔

☼ ☼ ☼

ایک صالحہ کے مزاج کو ٹھیک ہی جانتا تھا' لیکن اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وقت گزرنے کے ساتھ حالات بدل جاتے ہیں۔ عمر ڈھلنے کے ساتھ مزاج بھی ڈھل جاتے ہیں اور صالحہ اسی عمل سے گزر رہی تھیں۔

گھر میں بہو اور وہ بھی بہو کی شکل میں اپنی بھتیجی اپنی دوسراہٹ کے خیال سے لائی تھیں۔ جس نے کچھ عرصہ تو نئی شادی کے چاؤ چونچلوں میں گزار دیا اور پھر ان کے گھر کے لگے بندھے اصولوں اور معمول میں دخل انداز ہوئی۔ وہ ان کے سگے بھائی کی بیٹی تھی' لیکن میدانوں کی مکین' ان برف پوش پہاڑوں میں گھری اس بستی کی مخصوص چال سے چلتی زندگی اسے موافق آرہی تھی نا ہی پسند۔

"ایسا لگتا ہے۔ آپ لوگ ابھی بھی انیس سو ساٹھ' ستر کی دہائی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اس علاقے میں موبائل کے سگنلز کا حال کراچی کی ہڑتالوں جیسا ہے جو آئے روز شٹر بند کرا دیتی ہے۔" اس کے چہرے پر تمسخر ابھرتا اور سٹلائٹ ٹی وی کا تو تصور ہی نہیں ہے۔ میں نے تو اپنی پیدائش سے لے کر اب تک پی ٹی وی کے پروگرام نہیں دیکھے' آپ لوگ کیسے اتنے ذوق و شوق سے دیکھ لیتے ہیں' اس حکومتی تسلط میں جکڑے چینل کو۔" اس کے لہجے میں بے زاری اپنے عروج پر محسوس ہوتی۔

"آپ نے لگتا ہے عمر بھر گملوں میں سبزیاں اگا' پکا اور کھلا چھوڑیں' دن رات سبزی کھا کھا کر اورنگ زیب کا ذہن بھی آلو جیسا موٹا ہو چکا ہے۔ مخصوص باتوں کے علاوہ کچھ اور سوچتا ہی نہیں۔"

صالحہ' بہو کے بھاشن سنتیں' ان کی طبیعت پر بوجھ پڑتا' مگر تھیں سمجھ دار' اسی لیے پہلے پہل کی چند ایک بار کے سوا اس کی کسی بات سے اختلاف تو کیا جواب دینے سے بھی گریز کرتیں۔

"کہاں ہے وہ مختلف سرگرمیوں سے بھرپور زندگی؟" انہوں نے کئی بار مریم کو اورنگ زیب سے بھی الجھتے سنا۔ "جس کا حال تم اور ایک مجھے فون پر سنایا کرتے تھے۔"

جواب میں اورنگ زیب آئیں بائیں شائیں کرنے لگتا' اس پر بیوی کے حسن' ذہانت' تعلیم اور رہن سہن کا رعب پڑ چکا تھا اور اب شاید اس نے دنیا کو رضوان کے بجائے بیوی کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔

"ایک ہوشیار نکلا۔" وہ اورنگ زیب کو اکساتے ہوئے کہتی۔ "جانتا تھا نا' کالج کے بعد یہاں کی زندگی میں زیادہ سے زیادہ وہ کیا کر سکتا تھا۔ اسی باپ' دادا کے زمانے سے چلتی آرہی کمپنی میں ریسرچ آفیسر لگ جاتا۔ جب ہی کنویں کا مینڈک بننے کے بجائے لمبی اڑان بھر کر نکل گیا' اس مہذب اور ترقی یافتہ ملک کا باسی بننے اور تم۔" وہ اورنگ زیب کی طرف دیکھتی۔

"تم کیوں نہیں سوچتے یہاں سے نکلنے کا۔۔۔ لوگ آگے کی طرف جاتے ہیں' تم ۔۔۔ اتنا پیچھے رہ کر کلرکوں جیسی زندگی گزارنا چاہتے ہو۔"

صالحہ سب سنتیں اور خواہش کرتیں کہ ان کے کان بند ہو جائیں۔ یہ ہی وہ مسائل تھے جن کا تذکرہ انہوں نے ایک سے کیا تھا۔ جسے اس نے باتوں میں اڑا دیا تھا۔ ان کا وہ دوستوں جیسا بیٹا دیار غیر میں جا کر یوں غیر بنتا جا رہا تھا جیسے یہاں کے معمولات اس کے لیے اجنبی ہوں۔ وہ سب کچھ سمجھ اور محسوس کر رہی تھیں' لیکن خاموش تھیں' جانتی تھیں کہ وقت نے حالات کی ڈور ان کے ہاتھ سے نکال کر دوسرے ہاتھوں میں تھما دی تھی۔

پھر مریم کے دن رات مغزماری کا نتیجہ آہستہ آہستہ سامنے آنے لگا۔ اورنگ زیب بیوی کے ساتھ اس کی کسی سہیلی کی شادی کی تقریب میں شرکت کرنے کراچی گیا اور سسر کے کہنے پر وہیں کسی ایسی کمپنی میں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

انٹرویو دے آیا' جس کا کام ٹی پلانٹیشن کمپنی کے فیلڈ سروے ڈیپارٹمنٹ سے ملتا جلتا تھا۔ انٹرویو کامیاب رہا اور اورنگ زیب کا اتنے سال کام کا تجربہ بھی۔ میدانوں کی باسی بہو نے میدان مار لیا تھا۔ اورنگ زیب کا دل پہاڑوں میں گھری اس بستی سے اٹھ گیا تھا۔

"تمہیں جانا ہے' تم جاؤ' میں ادھر ہی رہنے پر مجبور ہوں۔" اورنگ زیب چاہتا تھا' وہ بھی اس کے ساتھ کراچی چلیں۔

"کیا کریں گی یہاں اکیلی رہ کر آپ؟ اور پھر مجبوری کیا ہے آپ کی؟" اورنگ زیب کو ان کے جواب نے مایوس کیا تھا۔

"یہ گھر... یہ گھر میری مجبوری ہے۔"

"کیوں مجبوری ہے یہ گھر؟ بیچیں اسے اور چلیں میرے ساتھ..."

"کیسے بیچ ڈالوں' یہ مشترکہ جائیداد ہے' اکیلا اوپر کا پورشن کون خریدے گا۔" انہیں اورنگ زیب کی عقل پر غصہ آیا' لیکن وہ اسے پیتے ہوئے پرسکون لہجے میں بولیں۔

"مشترکہ ہے تو کیا ہوا' آپ بات نکال دیں کہ بیچ رہی ہیں۔ نیچے والے چاہیں تو خود خرید لیں گے یا پھر نکلنا پڑے گا انہیں۔"

"وہ خرید سکتی ہے کیا؟" صالحہ نے سوال کیا۔

"کیوں نہیں خرید سکتیں' ادھر ادھر کے عاشقوں سے کم مال تو نہیں بٹور رکھا انہوں نے۔ ہمارے ایبک تک کی جیب خالی کر ڈالی' وہ تو اس جیسے کئی مکان خرید سکتی ہوں گی۔ آپ ایسا کریں جائیں' ان سے خود بات کریں۔" اورنگ زیب کی اس بات نے انہیں بری طرح بھڑکا دیا تھا۔

"میں اور اس سے جا کر بات کروں۔ دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔" وہ غصے سے لرزتے ہوئے بولیں۔

"اتنے برس گزر گئے' میں نے اس پر نگاہ تک نہیں ڈالی کہ کہیں میری نظر پلید نہ ہو جائے' تم مجھے کہہ رہے ہو کہ جاؤں اور اس کے گھر میں بیٹھ کر اس سے بات کروں۔" ان کے لہجے میں نفرت تھی۔ حقارت تھی یا کراہیت۔ اورنگ زیب فیصلہ نہ کر پایا تھا۔

"تو پھر ٹھیک ہے۔ آپ کو اس مشترکہ جائیداد کی چوکیداری کا شوق چرا رہا ہے نا تو کیجئے اپنا شوق پورا' جب دل بھر جائے تو بتا دیجیے گا۔ ہم آکر آپ کو اپنے ساتھ لے جائیں گے۔"

اورنگ زیب کے بجائے اس کی بیوی نے آگے بڑھ کر جواب دیا تھا اور اورنگ زیب کو بازو سے پکڑ کر اپنے ساتھ اندر کمرے میں لے گئی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے یہ میرے ساتھ؟" انہوں نے دوپٹے سے چہرہ صاف کرتے ہوئے اپنے حال پر غور کرنے کی کوشش کی۔ "میں سینائل ہو رہی ہوں' ضدی اور خرد ماغ یا پھر میرا دل اب اس بستی سے دور کہیں اور لگنے والا نہیں۔" لاشعور میں چھپے اسی خوف کے تحت انکار کر رہی ہوں یا وجہ کچھ اور ہے۔ بہت دیر تک سوچنے کے بعد بھی انہیں اصل وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

قمر آرا' دن بہ دن پہلے سے زیادہ بیمار' کمزور اور چڑچڑی ہوتی چلی جا رہی تھیں۔ ان کے جسم کا ہر عضو بے کار اور کمزور ہو رہا تھا سوائے زبان کے۔ زبان جو طاقت ور تھی اور ہمہ وقت انگارے چبائے رکھتی تھی۔

سطوت' قمر آرا' گھر اور نوکری کی ذمہ داریاں نبھاتے ہلکان ہو جاتی' لیکن قمر آرا کی زبان تھی جو شعلے اگلتے نہ تھکتی تھی۔ وہ سطوت کو طعنے' کوسنے اور گالیاں دیتیں اور اس تقدیر سے گلے کرنے میں وقت گزارتیں جس نے انہیں عمر بھر اپنی مرضی کی زندگی گزارنے نہیں دی تھی۔

"اللہ کا خوف کرو قمر آرا... اس بچی بے چاری پر سارا غصہ نکال دیتی ہو' جو خود یتیم ہے اور بے آسرا اور جسے تمہارے مزاج نے عمر بھر اپنی مرضی سے سانس تک نہیں لینے دیا۔ کیسی ماں ہو تم جو اسے کوسنے اور

Visit for more novels:
www.urdunovelbank.com



WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بددعائیں دیتے نہیں تھکتیں' کیا تمہارا دل اس کے آنے والے وقت سے خوف نہیں کھاتا۔"

محمدی خالہ کبھی ادھر کا چکر لگاتیں تو قمر آرا کو احساس دلانے کی کوشش کرتیں۔ لیکن قمر آرا کو اپنی ذات کے علاوہ جیسے ہر چیز سے بیر تھا اور اس بیر کا سارا طیش سطوت پر نکلتا۔

☼ ☼ ☼

"آپ کو ماما کو وہاں اکیلے نہیں چھوڑ آنا چاہیے تھا۔ تنہائی اس عمر میں ان کے لیے بہت بری ثابت ہو سکتی ہے۔" لیپ ٹاپ کی اسکرین پر ایبک' اورنگ زیب کے سامنے بیٹھا تھا۔ مہذب' جدید اور بڑے شہر میں آکر اورنگ زیب کا رابطہ دنیا کے ہر کونے سے جڑ چکا تھا۔ اس وقت ایبک اسکائپ کال پر اس سے بات کر رہا تھا۔

"تم جانتے ہو' وہ ضدی ہیں اور من مانی کرنے کی عادی بھی۔" اورنگ زیب لاپروائی سے بولا۔ "نہیں صرف اس مشترکہ جائیداد کے غم نے وہاں روک رکھا ہے' ورنہ آہی جاتیں میرے ساتھ۔"

"ان کا پوائنٹ درست ہے اور وہ یہ بھی جانتی ہیں کہ ان کے لیے کیا بہتر ہے۔ آپ کو وہاں سے نہیں آنا چاہیے تھا۔ آپ نے انہیں تنہا چھوڑ دیا۔" اورنگ زیب نے دیکھا' اس کا لاابالی' زندگی سے بھرپور' موج مستی کا دلدادہ' شوخ و شنگ بھائی ایک سنجیدہ اور دھیمے مزاج کے مرد میں ڈھل چکا تھا۔

"تم ایسا کرو' تم واپس آجاؤ' ڈگری تمہاری مکمل ہو چکی' اب تو واپس چلے آنے میں بھی کوئی قباحت نہیں۔ آؤ اور آکر پھوپھو کے ساتھ رہو۔" اورنگ زیب کے بجائے مریم نے جواب دیا تھا۔

"ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔" اورنگ زیب احساس شرمندگی پر امکان کے چھینٹے پڑے۔ "ویسے بھی میں نے سنا ہے کہ۔۔۔"

"پلیز اورنگ زیب بھائی بس کریں۔" ایبک نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکتے ہوئے کہا۔ "اب تو سننا چھوڑ دیں۔" اورنگ زیب جھینپ گیا۔

"رہی بات میرے واپس آنے کی۔" پھر وہ مریم سے مخاطب ہوا "تو میں تو وہاں سے نکالا گیا۔ ہوں' واپس کیسے آسکتا ہوں۔" اس نے کہا تھا اور کچھ لمحے بعد سائن آؤٹ کر گیا تھا۔

"سب کے پاس اپنے اپنے بہانے ہیں۔" اس کے سائن آؤٹ کر جانے کے بعد مریم نے اورنگ زیب کو تسلی دینے کی کوشش کی تھی۔ "دیکھ لو' اب کتنے سکون سے اس نے بہانا کر دیا کہ اس کو تو وہاں سے نکالا گیا تھا۔ صاف تم پر اور پھوپھو پر طنز کر رہا تھا۔"

"بات یہ نہیں ہے کہ وہ پھوپھو کے رویے پر ناراض ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کی قمر آرا بوڑھی اور بیمار ہو چکی ہے۔" مریم کے لہجے میں تمسخر تھا۔

"شٹ اپ مریم! شٹ اپ!" اورنگ زیب نے خود کو کہتے سنا تھا۔

☼ ☼ ☼

سرما کے وہ مختصر دن تو ادھر ادھر کے کاموں میں گزر جاتے تھے' لیکن وہ راتیں تھیں جو طویل تھیں اور تنہائی کے احساس سے بھرپور۔ وہ ساری ساری رات کروٹیں بدلتی رہتیں' مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور بھاگتی پھرتی۔ ان کا جسم لیٹے لیٹے دکھنے لگتا اور پھر وہ کبھی اٹھ کر بیٹھ جاتیں اور کبھی کمروں میں ٹہلنے لگتیں۔ مسلسل تنہائی ان پر یاسیت اور قنوطیت کی کیفیت طاری کر رہی تھی۔

وہ بھی ایسی ہی ایک بے خواب رات تھی جب وہ بے خوابی کا شکار ہو کر مختصر سے برآمدے میں ٹہلنے لگی تھیں۔ لکڑی سے بنی محرابوں پر چلتی تھیں' پھر بھی برف پوش پہاڑوں سے آتی یخ بستہ ہوا تیر کی طرح جسم میں کھبی جاتی تھی۔ گرم اونی شال میں لپٹی وہ یوں ہی ادھر سے ادھر چکر لگا رہی تھیں' جب انہیں محسوس ہوا کہ قریب ہی کہیں کسی ذی روح کی دھونکنی کی طرح سانس چلنے کی آواز خاموشی کی چادر کو پھاڑنے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لگی تھی۔ انہوں نے چوکنا ہوتے ہوئے دائیں، بائیں اوپر نیچے دیکھا۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ مگر اس سانس کی آواز تھی کہ بلند ہی ہوتی چلی جارہی تھی۔ جیسے کوئی مشقت بھرا کام کیا جارہا ہو۔

صالحہ گھبرا کر برآمدے میں رکھی آرام کرسی پر بیٹھ گئیں۔ لمحہ بہ لمحہ سانس کا وہ زیروبم رات کے سناٹے میں پہلے سے زیادہ بلند آواز پیدا کررہا تھا۔ پھر اس میں ایک ایسی اذیت کی آہ شامل ہوگئی جیسے کسی جانور کا گلا کاٹا جارہا ہو، جیسے کوئی نزع کے عالم میں سختی سے آسانی چاہ رہا ہو۔ صالحہ کی آنکھیں وحشت اور خوف کے مارے جیسے ابل کر باہر آنے کو تھیں۔ دھونکنی کی طرح چلتے سانس میں آہیں، سسکیاں فریاد اور منتیں شامل ہونے لگیں۔ یقیناً" وہ کوئی خواب دیکھ رہی تھیں یا پھر اس تنہا بے آباد گھر میں کوئی غیر مخلوق آن بسیرا کر بیٹھی تھی۔

اس شدت کی سردی میں بھی وہ سرتاپا پسینے میں بھیگ گئی تھیں۔ دعائیں، آیتیں، سورتیں، انہیں جو کچھ بھی یاد آرہا تھا، وہ ورد کیے چلی جارہی تھیں۔ حلق میں اٹکے کسی سانس کے اتار چڑھاؤ کی سی وہ آواز رات گزرنے کے ساتھ ساتھ پہلے سے ہلکی اور ہلکی ہوتی چلی گئی۔

بستی کی مسجد سے مولوی نیاز محمد نے فجر کی اذان کا آغاز کیا۔ صالحہ کانپتے بدن پر قابو پانے کی ناکام کوشش کرتی اٹھ کر غسل خانے کی طرف چل دیں۔ کمپنی کا ملازم بچہ ابراہیم گزشتہ رات پانی کے گرم حمام میں لکڑیاں سلگا کر گیا تھا۔ غسل خانے کی ٹونٹی میں سے گرم پانی نکل رہا تھا۔ انہوں نے دل پر قابو پاتے ہوئے وضو کیا اور تولیے سے ہاتھ منہ خشک کرکے نماز کی چوکی پر جاکر کھڑی ہوگئیں۔ وہ پورے دھیان سے رکوع و سجود میں مشغول رہنا چاہتی تھیں، تاکہ دھیان پھر اس رونگٹے کھڑے کردینے والی آواز پر نہ جانے پائے۔ کمرے کے اندر وہ اس آواز کی رسائی سے محفوظ تھیں۔ سلام پھیر کر انہوں نے آتش دان میں موجود لکڑیوں کو آگ دکھائی اور واپس جاء نماز پر آکر بیٹھ گئیں۔ اب وہ تسبیح کرنے میں مگن تھیں۔ ان کا دھیان ہر طرح کی آواز سے ہٹ چکا تھا۔ صبح کے ساڑھے سات اور پونے آٹھ بجے کے درمیان انہوں نے اٹھ کر جاء نماز تہ کی اور چائے بنانے کی غرض سے کچن کی طرف آگئیں۔ وادی میں ابھی تک گھور اندھیرا اور سناٹا پھیلا تھا۔ پہاڑوں پر بکھرے مکانوں میں کہیں کہیں جلتی روشنیاں نظر آرہی تھیں۔

"امی!" اس تاریکی اور سناٹے میں کہیں ایک دل چیرتی آواز ابھری اور صالحہ کے ہاتھ سے ساس پین کا گرم ڈھکن چھوٹ کر نیچے گر گیا۔

☼ ☼ ☼

"مت رو میری بچی... شکر کر، اللہ نے اس کی مشکل آسان کردی۔" محمدی خالہ سطوت کو اپنے ساتھ لگائے تسلی دے رہی تھیں۔ "دیکھ رہی تھی نا، کیسے دو دن سے حلق میں اٹکی تھی اس کی جان، کیسے تڑپتی تھی، کیسے سر پٹختی تھی ادھر سے ادھر۔ شکر کر، معافی ہوئی اس کی اور آسانی مل گئی۔" وہ سطوت کو تسلی دینے کے ساتھ ساتھ اپنے کانوں کو بھی ہاتھ لگا رہی تھیں۔

"اتنی سختی، اتنی اذیت سہہ گئیں وہ محمدی خالہ! اگلے جہان میں امی کی اب تو بخشش ہوجائے گی نا!" اس کی ماں اسے کتنی پیاری تھی۔ اس وقت اس کو صرف اس کی بخشش کی فکر تھی۔

"جان جس کی امانت تھی، اس کو لوٹ گئی۔" محمدی خالہ نے اس کے بال سہلاتے ہوئے کہا۔ اب وہ جانے اور اس کا مالک جانے۔ تم بس جتنی دعا کرسکتی ہو کرو اور قرآن پاک پڑھ کر اس کی روح کو بخش دو۔ اللہ اس کے لیے آسانیاں فرمائے گا۔"

اس کی ماں نے ساری عمر اس کو ذہنی اور جسمانی اذیت دینے میں گزار دی تھی۔ اپنی محرومیوں، بے بسی اور خواہشات کی ناکامی کا غصہ وہ اس پر نکال دیتی تھیں۔ ان ہاتھوں کی مار سہتی اور اس زبان سے گالیاں سہتی، وہ اس عمر کو آچکی تھی۔ اس کا کوئی بھی عمل،



WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کوئی بھی کوشش اس کی ماں کے منہ سے اس کے لیے کلمہ خیر یا دعا نہ نکال سکی تھی۔ پھر بھی وہ اس معذور کمزور وجود کی جو ہمہ وقت چارپائی پر دھرا رہتا تھا' اتنی عادی ہو چکی تھی کہ اس سے جدائی نے اسے ڈھا دیا تھا۔

"اللہ اپنے بندوں کے لیے آسانیاں کرتا ہے سطوت!" اسکول کی پرنسپل نے اس سے قمر آرا کی تعزیت کرتے ہوئے کہا تھا۔ "تم نے بہت سختیاں سہیں' شکر کرو سر پر اپنی چھت موجود ہے اور تم اپنی محنت کی کمائی کھاتی ہو۔ اللہ آگے بھی تمہارے لیے آسانیاں ہی کرے گا۔"

"کیسی آسانی اور کہاں کا سکون!" چند ہی دن بعد دوبارہ اسکول میں ڈیوٹی پر لوٹتے ہوئے اس نے سوچا تھا۔ "جب آپ کا اپنا کوئی سر پر رہے' نہ ارد گرد کہیں موجود ہو تو پھر زندگی کیسی۔" اسکول سرما کی چھٹیوں کے بعد اسی روز کھلا تھا۔ ننھے منے بچوں کی معصوم باتوں نے اسے وقتی طور پر بہلا دیا۔ لیکن واپسی پر وہی تنہائی اور سناٹا' صبح کا صاف کیا گھر جوں کا توں صاف ستھرا' سمٹا دیکھ کر اس کا دل اڑنے لگتا' نہ گالیاں رہی تھیں' نہ بددعائیں' نہ طعنے' نہ ہی کوسنے۔ وہ باقی کا وقت بستر پر اوندھی لیٹی آنسو بہانے میں گزار دیتی۔

☼ ☼ ☼

"سنا ہے چچی قمر آرا گزر گئیں۔"

اورنگ زیب نے فون کال پر صالحہ سے پوچھا تھا۔ اورنگ زیب کے سوال نے انہیں وہ بھیانک رات یاد کرادی تھی۔ جب عین ان کے گھر کے نیچے ایک روح قفس عنصری سے پرواز کر جانے کے لیے بے قرار تھی اور قفس سے چھٹکارا نہیں مل رہا تھا۔ انہوں نے جھرجھری لیتے ہوئے آنکھیں بند کرلیں۔

"بس اب تو بڑا کانٹا نکل گیا۔" اورنگ زیب کہہ رہا تھا۔ "آپ کو چچی قمر آرا ہی سے مسئلہ تھا نا' اب آپ ان کی بیٹی سے بات کیجیے۔ یقیناً" ترکے میں بہت کچھ چھوڑ گئی ہوں گی اس کے لیے۔ کہیے اس سے کہ یا تو اوپر والا پورشن بھی خرید لے یا مکان بیچنے دے آپ کو۔ پھر اس کا حصہ دے دلا کر جان چھڑائیے اپنی اور ہمارے پاس چلی آیئے۔"

صالحہ نے لمبا سانس کھینچتے ہوئے اورنگ زیب کو اس کی بات کا جواب دینے کے بجائے خدا حافظ کہہ کر فون کا چونگا کریڈل پر رکھ دیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"یہ ہی دن تھے نا' اسی طرح کے دن۔" وہ ڈاک خانے والے راستے پر بڑے پتھر پر بیٹھی سوچ رہی تھی۔ "جب زندگی کے سبق پڑھنے پڑھانے کا آغاز ہوا تھا۔" اس نے سامنے پہاڑوں کی ڈھلوانوں پر راستوں اور جھاڑیوں میں جابجا اگے ڈیزی کے زرد مرکز والے سفید پنکھڑیوں سے سجے پھولوں کو دیکھتے ہوئے سوچا اور ایک لمبا سانس لیتے ہوئے ان کی خوشبو کو اپنے اندر اتارا۔

"اسے ہی دن تھے جب خواب سفر کا آغاز ہوا تھا۔ ایک ایسا سفر جو کبھی مکمل نہیں ہوتا۔ جس کی کوئی منزل ہوتی ہے' نہ ہی جادۂ منزل' ایک ایسا سفر جس میں ہمراہی نظر کا دھوکا ثابت ہوتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے ہیولے بن کر غائب ہو جاتے ہیں۔" نظر سے التباس کا سفر' جس میں مڑ کر دیکھو تو گاہ بگاہ مسرت سرخوشی اس خود فریبی کی دنیا میں ستاروں کی طرح جگمگاتی نظر آتی ہے اور پھر تاریکی' ناامیدی اور مایوسی کی پگڈنڈیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ تاریکی' مایوسی اور ناامیدی جو میرے جیسی لڑکی کا مقدر ہیں۔ اس نے پتھر سے آگے بل کھاتی سڑک کو دیکھا۔ اسی راستے پر جینز کی جیبوں میں ہاتھ ڈال کر چلتے' ہنستے مسکراتے' اس نے سطوت کو کتنی باتیں بتائی تھیں۔ اسے دنیا سے متعارف کروایا تھا۔ اسے سر اٹھا کر جینا سکھایا تھا۔ اس کی نظریں گزرے منظروں میں کھو گئیں۔ ہوا میں کھوئی آوازوں میں اس کی سماعتیں گم ہو گئیں۔

"میں بہت نالائق ہوں' میرا دماغ بہت ہلکا ہے۔" اس نے کئی بار ایمان داری سے اعتراف کیا تھا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"جو کوئی بھی تمہیں ایسا کہتا ہے' یہ اس کی بھول ہے۔" نیلی جینز پر مہون سویٹر اور سیاہ جیکٹ پہنے وہ لڑکا اسے بتاتا تھا۔

"دنیا میں ہر انسان کو اللہ نے ذہن عطا کیا ہے۔ ذہن کی استطاعت میں فرق ہو سکتا ہے۔ لیکن استطاعت کا پتا بھی تو تب چلے نا جب اسے استعمال کیا جائے۔ تم ایک فضول سی بات پر یقین کرنے سے پہلے ذہن کو استعمال تو کر کے دیکھو۔"

"کوئی فائدہ نہیں' میں نے بہت کوشش کر کے دیکھ لی۔" وہ مایوسی سے سر ہلاتی میڈم صدیقہ کہتی ہیں کہ انہیں میرا آئی کیو لیول بھی صفر پر کھڑا محسوس ہوتا ہے۔"

"غلط کہتی ہیں وہ۔۔۔" وہ بلند آواز میں کہتا۔ "وہ کالج کی سب سے کام چور استاد ہیں۔ اسٹوڈنٹ پر محنت کرنے سے گھبراتی ہیں۔ تمہارا آئی کیو لیول اچھا خاصا ہائی ہے۔ ہاں تمہارا ویژن ضرور کمزور ہے۔"

"نہیں جی' ایسا کوئی بھی نہیں کہتا۔ کوئی نہیں مانتا۔" وہ سر ہلاتی۔

"کیوں نہیں کوئی کہتا اور مانتا۔" وہ سنجیدہ ہو جاتا۔ "ادھر دیکھو میری طرف' میں پورے ہوش و حواس کے ساتھ کہتا ہوں کہ تم بہت ٹیلنٹڈ لڑکی ہو' تمہارا دماغ بھی تیز ہے اور حافظہ بھی' آزما کر دیکھ لو۔"

اس نے آزما کر دیکھا بھی تھا۔ چند ہی دنوں میں اس کو چیزیں پوری تفصیل اور درستی کے ساتھ یاد ہونے لگی تھیں اور اس نے ان ہی میڈم صدیقہ کو حیران بھی کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر وہ اس کے پڑھنے کے لیے کورس کی کتابوں سے ہٹ کر اور کتابیں بھی لانے لگا تھا۔ اسٹوری بکس' معلوماتی کتابیں' چھوٹے چھوٹے انسائیکلوپیڈیا' پکچرڈ کشنریز اور اٹلس' کیا تھا جو سطوت کی سمجھ میں نہ آتا تھا' کیا تھا جو اسے یاد نہ رہ جاتا تھا۔ صرف سکھانے والے کا طریقہ ہی تو مختلف تھا۔ وہ سب کچھ سیکھتی اور جانتی چلی گئی۔

"چلو اچھا ہوا' میرے اندر بھی کوئی ایک خوبی پیدا ہوئی۔" پہلی بار تحریری ٹیسٹ میں سب سے زیادہ نمبر لینے پر اس نے کچھ شرماتے اور جھجکتے ہوئے کہا تھا۔

"تمہارے اندر ایک نہیں' ایک ہزار ایک خوبیاں موجود ہیں' تم ایکسپلور (دریافت) تو کر کے دیکھو۔" جواب میں وہ اس کا ٹیسٹ پڑھتے ہوئے مسکرا کر بولا تھا۔

"تم میرا دل رکھنا چاہتے ہو نا!" اس نے سوال کیا تھا۔

"میں بھلا تمہارا دل کیوں رکھنا چاہوں گا۔" وہ بے نیازی سے بولا تھا۔

"اس لیے کہ تم خود دل کے بہت اچھے ہو۔" سطوت نے برملا اعتراف کیا تھا۔ جواب میں وہ کچھ دیر اس کی طرف مسکراتے ہوئے دیکھتا رہا تھا۔

"تم نے کبھی ورڈزورتھ کو پڑھا ہے۔" اس نے پوچھا تھا۔

"ہاں!" وہ منہ بنا کر بولی۔ "یہ وہی ہے نا جس کی ایک نظم انگریزی لازمی کی کتاب میں شامل ہے۔ اللہ جانے کیسی انگریزی لکھتا تھا۔ ذرا جو پلے پڑ جائے۔"

"ارے پاگل! بہت بڑا شاعر ہے ورڈزورتھ۔ تم اس کی انسلٹ کر رہی ہو۔" وہ ہنسا۔

"ہوگا' مجھے کیا۔" وہ سر جھٹک کر بولی تھی۔ "مجھے تو بس اس کی نظم کی سمری نہ لکھنی پڑ جائے امتحان میں۔۔۔"

وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھتا رہا تھا۔ "پتا ہے' تمہیں دیکھ کر مجھے ورڈزورتھ کی نظم یاد آجاتی ہے۔"

"ہیں۔۔۔!" وہ حیرت سے بولی تھی۔ "وہ کیوں۔۔۔ کیا ہے اس میں۔۔۔" اور اس نے اسے نظم سنانا شروع کر دی تھی۔

The fall of water that doth make
A murmer near the silent lake
This little baya quite road
That holds in shelter thy abode
In truth together do ye seem
Like something fashioned in a dream

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

(یہ جھرنے کی طرح بہتا پانی
خاموش جھیل کے قریب گونجتی گنگناہٹ
چھوٹی سی خلیج اور پرسکون سڑک
جہاں قائم ہے تیری پناہ گاہ
حقیقت میں بنی ہیں ایک دوجے کے لیے)

وہ ان منظروں میں کھوئی زیرلب وہ نظم دہرا رہی تھی۔ اس کے سر سے چادر کھسک گئی تھی اور بالوں کی لٹیں ہوا کے دوش پر اڑ رہی تھیں۔

The lake the bay the water fall
And thee the spirit of them all

(جھیل، خلیج، آبشار
اور تم ان سب کی روح)

کون کہتا تھا اس کا دماغ ہلکا اور حافظہ کمزور تھا۔ اس نے نظم کی لائنیں دہراتے ہوئے سوچا' وہ جو اسے خوابوں کے جزیرے میں چھوڑ کر جا چکا تھا' اس نے اسے حافظہ تیز کرنے کی اتنی مشقیں کرائی تھیں کہ

اب شاید ہی اسے کوئی چیز بھولی ہو' وہ بھی جس نے اسے زندگی سے متعارف کروایا تھا اور زندگی کی جنگ لڑنے کے لیے اکیلی چھوڑ گیا تھا۔

پیروں میں جوگرز پہنے ہاتھ میں چھڑی پکڑے' بڑی چادر میں لپٹی صالحہ ڈاک خانے سے ہو کر واپس آ رہی تھیں' جب راستے میں انہوں نے اس لڑکی کو پتھر پر بیٹھے دیکھا تھا۔ اس کی گود میں ڈیزی کے پھول رکھے تھے اور وہ سامنے خلا میں دیکھتی زیرلب کچھ دہرا رہی تھیں۔

صالحہ ایک لمبے عرصے کے بعد اتنی چڑھائی چڑھ کر ڈاک خانے گئی تھیں۔ انہیں ایبک کے نام ایک خط پوسٹ کرنا تھا۔ جاتے ہوئے بھی وہ جگہ جگہ بیٹھ کر سانس لینے کے بعد دوبارہ چلنا شروع کرتی رہی تھیں اور اب واپسی پر بھی ان کا سانس پھول رہا تھا۔ کچھ دیر میں رک کر انہوں نے بے خودی کے عالم میں بیٹھی اس لڑکی کو دیکھا۔ وہ قمر آرا کی بیٹی تھی۔ لیکن وہ یہاں کیا کر رہی تھی۔ شاید ماں کی طرح سرراہ چلتے ہوؤں کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے بیٹھی تھی۔

پھر انہوں نے اپنے ہی خیال پر لاحول پڑھی۔ وہ لڑکی بے ضرر تھی اور مرنجان مرنج' انہوں نے کبھی اس کے بارے میں کوئی غلط بات نہیں سنی تھی' اورنگ زیب اور رضوان سے بھی نہیں۔"

"مگر وہ اس راستے پر یوں اکیلی کیوں بیٹھی تھی۔" وہ کچھ دیر کھڑی سوچتی رہیں اور پھر چھڑی کے سہارے چلتی آگے نکل گئیں۔

ان کے پیچھے پتھر پر ڈیزی کے پھول گود میں رکھے لڑکی بے خودی کے عالم میں ان نظموں کی لائنیں دہرا رہی تھی' جو اسے بار بار یاد کرائی گئی تھیں اور جو اس سے بارہا سنی گئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

اگلی بار صالحہ نے اسے اپنے گھر کے نیچے پچھواڑے کے صحن میں بیٹھے دیکھا تھا۔ وہ غالباً" نہانے کے بعد ہلکی دھوپ میں بیٹھی تھی۔ اس روز صالحہ کو صبح سے ہی


مکتبہ عمران ڈائجسٹ
کی جانب سے بہنوں کے لیے خوشخبری
خواتین ڈائجسٹ کے ناول گھر بیٹھے حاصل کریں
30 فی صد رعایت پر
طریقہ کار ناول کی قیمت کے 30 فی صد کاٹ کر
ڈاک خرچ -/100 روپے فی کتاب منی آرڈر کریں۔
منگوانے اور دستی خریدنے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361




WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سر کے درد نے گھیر رکھا تھا اور گھر کا خالی پن انہیں ہولائے جا رہا تھا۔ اتوار کے دن کمپنی کا دفتر بند تھا اور اس کے وہ ورکرز جو دن میں ایک آدھ بار افسروں کے حکم پر ان کے گھر کا چکر لگا کر کسی ضرورت کے بارے میں پوچھ لیتے تھے وہ بھی چھٹی منا رہے تھے۔

"وقت ہے کہ گزارے نہیں گزرتا اور وحشت ہے کہ بڑھتی چلی جا رہی ہے۔" نشست گاہ کی کھڑکی سے نیچے جھانکتے ہوئے وہ سوچ رہی تھیں۔ اسی دم نیچے صحن میں بیٹھی لڑکی کی آسمان پر کچھ تلاش کرتی نظریں آسمان سے واپس آتے ہوئے ان سے ٹکرا گئی تھیں۔ صالحہ کی نظروں میں شاید اس کے لیے کوئی پیغام چھپا تھا اور اس کی نظروں میں اس پیغام کا جواب تھا۔

☼ ☼ ☼

"منگوچیاں کھائیں ہی کبھی تم نے؟" صالحہ نے چولہے پر رکھی ہانڈی میں مسالا بھونتے ہوئے پوچھا تھا۔

"منگوچیاں... وہ کیا؟" چھوٹی سی ڈائننگ ٹیبل پر ٹرے رکھے چاول چننے میں مشغول لڑکی نے سر اٹھا کر کچن کے کھلے دروازے کی طرف دیکھا۔

"تمہاری تو بھئی پکانے اور کھانے کے معاملے میں بھی نالج بہت محدود ہے۔" مسالے میں مٹر ڈال کر بھوننے کے بعد اس میں پانی ڈال کر انہوں نے ہانڈی پر ڈھکن لگایا اور ڈائننگ روم میں آگئیں۔ "کھلاتی کیا رہیں تمہاری اماں تمہیں ساری عمر؟"

"وہ تھوڑی پکاتی اور کھلاتی تھیں' یہ کام تو میں کرتی تھی۔" اس نے چاول کے دانے منہ میں ڈالتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"اچھا!" ٹیبل کو کپڑے سے صاف کرتے ہوئے انہوں نے مسکرا کر کہا تھا۔ "اور کیا پکاتی کھلاتی تھیں تم بھلا؟"

"ایک روز آلو میں بینگن' اگلے روز بینگن میں آلو' ایک روز دال میں کدو' اگلے روز کدو میں دال۔" اس نے شرارت بھرے انداز میں کہا تھا۔

"اچھا!" صالحہ نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔ "تمہاری اماں کو تو گوشت بہت مرغوب تھا۔ وہ بھی بڑے کا' وہ آلو بینگن' دال کدو... کہاں کھاتی ہوگی؟"

"بڑے کے گوشت پر ہی تو انہوں نے بینک بیلنس' زمین' پیسہ سب لٹا دیا۔ جب ہاتھ جھاڑ کر بیٹھ گئیں تو یہ ہی کچھ کھانے کو ملنا تھا نا۔"

وہ اداسی سے مسکرائی تھی۔ جواب میں صالحہ نے بھی اس کی طرف مسکرا کر دیکھا تھا۔ تنہائی اور تنہائی کی وحشت ان دونوں کو جنہوں نے ایک ہی چھت کے تلے اوپر نیچے رہنے کے باوجود ایک دوسرے کو ڈھنگ سے دیکھا تک نہ تھا۔ ایک دوسرے کے قریب لے آئی تھی۔ دونوں کے درمیان بنا کچھ کہے سنے ایک نامحسوس سا تعلق جڑ چکا تھا اور یہ سب اتنی خاموشی سے ہوا تھا کہ "سنا ہے" کہ آغاز کے ساتھ خبریں سنانے والوں کو بھی خبر تک نہ ہوئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"تم ایسا کرو' اپنا ضروری سامان اٹھاؤ اور ادھر اوپر ہی آجاؤ مستقل۔" اس کے ساتھ سیڑھیاں اترتے ہوئے صالحہ نے سطوت سے کہا تھا۔ "کیا رات کو اکیلی سونے کے لیے نیچے چلی جاتی ہو' ادھر تم ڈرتی ہو' ادھر میں ڈر کے مارے سو نہیں پاتی۔" ان کے لہجے میں دوستی اور تعلق بے تکلفی اور خلوص کی انوکھی آمیزش صاف محسوس ہو رہی تھی۔

"اچھا!" اس نے ایک لمحہ کے لیے سوچا تھا۔ "چلیں ٹھیک ہے۔" اگلے ہی لمحے وہ مان گئی تھی۔

"چلو... ایسا کرتے ہیں' ابھی اٹھا لاتے ہیں تمہارا سامان۔" سیڑھیاں اتر کر صالحہ نے اس گھر کے دروازے کی قدم بڑھا دیے تھے' جس میں عمر بھر داخل نہ ہونے کی قسم کھائے بیٹھی تھیں۔

"آپ... آپ رہنے دیں' میں خود' میں خود اٹھا لاؤں گی۔" ان کے عقب سے سطوت کی ہچکچاہٹ بھری آواز سنائی دی تھی' لیکن وہ اس کی سنے بغیر داخلی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دروازے کی کنڈی کھول کر گھر کے اندر داخل ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

نشست گاہ کی سینٹر ٹیبل پر چائے کے کپ پڑے پڑے ٹھنڈے ہو رہے تھے اور وہ دونوں آمنے سامنے صوفوں پر بیٹھی اپنے خیالوں میں گم تھیں۔

"ایبک کا ڈیسک ٹاپ مانیٹر اس کی کتابیں' اس کے بچپن سے سنبھالے کھلونے' سب کے سب اس کے گھر میں کیسے چلے گئے۔" صالحہ سوچ رہی تھیں۔

سطوت کے گھر میں داخل ہوتے ہی جس چیز پر ان کی پہلی نظر پڑی تھی' وہ ایبک کے مانیٹر کی کھلی اسکرین تھی جس پر اس کی تصویر صاف نظر آ رہی تھی۔

"کیا واقعی وہ یہ سب چیزیں قمر آرا کو دے گیا تھا۔" ان کا دل شش و پنج میں گرفتار تھا۔ "اس کا مطلب اورنگ زیب کا خیال درست تھا۔" وہ سوچ رہی تھیں۔

"یہ اس کا گھر ہے' وہی گھر جس کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے کی جرأت بھی کبھی کبھار ہی ہوتی تھی اور آج میں اس گھر میں بیٹھی ہوں۔ مگر وہ یہاں نہیں ہے۔ کہتے ہیں اعلا تعلیم حاصل کرنے سمندر پار چلا گیا وہ۔ ارے جانا تھا ضرور چلا جاتا۔ میں نے کون سا روک لینا تھا' مگر جاتے جاتے بتا کر جاتا' ایک بار... چند لمحوں کے لیے الوداعی ملاقات تو کر جاتا۔" صالحہ کے عین سامنے صوفے پر بیٹھی سطوت سوچ رہی تھی۔

"پتا نہیں بات شروع کہاں سے ہوئی تھی۔" اپنے خیالوں میں گم صالحہ بڑبڑائی تھیں۔

"بات..." اب کے سطوت نے بے خیالی میں کہا تھا۔ "بات تو صرف ایک استری سے شروع ہوئی تھی۔"

"استری..." صالحہ نے چونک کر دیکھا تھا اور ایک بار پھر دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے ٹکرائی تھیں۔

☼ ☼ ☼

لاہور آ جانے اور یونی ورسٹی میں ایم ایس سی میں داخلہ مل جانے کے بعد رائنہ کی زندگی اتنی مصروف ہو گئی تھی کہ اسے پہاڑوں میں گھری اس وادی میں گزاری زندگی پر بعض اوقات ہنسی آنے لگتی۔

"کیسے محدود اور مخصوص دن تھے وہ بھی' باہر کی ترقی یافتہ زندگی سے دور لگی بندھی روٹین اور ہم اس میں بھی کتنے خوش رہا کرتے تھے۔" اسے خود پر حیرت ہوتی۔

یونی ورسٹی کے نئے دوستوں اور استادوں نے اسے بہت کچھ سکھایا تھا۔ ان سب کے سامنے چوائس لائی اور دوسرے استادوں کا علم پانی بھرتا محسوس ہوتا تھا۔

لاہور آ جانے کے بعد ظفر اور معاذ سے رابطہ رہتا تھا۔ وہ دونوں ایک ہی ادارے میں پڑھ رہے تھے۔ ایبک کے بارے میں ان ہی سے پتا چلتا تھا۔

"اس بستی کی محدود زندگی ہی تو تھی جس میں میں ایبک کو پہلا اور آخری شخص سمجھے بیٹھی تھی۔ وہاں ہوتی تو اب تک ایسا ہی سمجھ رہی ہوتی۔" کبھی کبھی اس کو خیال آتا۔

"ایبک سے کہنا' اب غصہ چھوڑ دے۔ کتنی معمولی سی بات تھی جس پر ناراض ہو کر اس نے گروپ سے علیحدگی اختیار کر لی اور ابھی تک مجھ سے بات کرنا گوارا نہیں اسے۔" اس نے ظفر اور معاذ کو ایبک کے لیے پیغام بھی دیا تھا' لیکن اسے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔

"لگتا ہے وہ ابھی تک بستی کے ہیرو ورشپ دنوں میں زندگی گزار رہا ہے۔ ہاں بھئی' ٹھیک ہے اس چھوٹی سی بستی کا ہیرو تو وہی تھا نا۔" وہ سوچتے سوچتے مسکرا دیتی۔ اسے ایبک کی ناراضی' اس کا بچپنا محسوس ہوتی تھی اور اسی وجہ سے اس کے دل میں آہستہ آہستہ ایبک کے لیے جگہ کم ہوتی گئی تھی۔

لیکن وہ ایک مختلف دن تھا۔ اسے گرمی کی چھٹیاں گزارنے اپنے ماموں کے پاس ملائیشیا جانا تھا۔ ایک نئے ملک کی سیر کے تصور نے رائنہ کو خوشی کے احساس میں جکڑ رکھا تھا اور وہ جانے کی تیاریوں میں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مصروف تھی۔

"جانے سے پہلے اپنے کمرے کی صفائی اچھی طرح کرکے جاؤ' جو فالتو چیزیں ہیں انہیں ایک جگہ اکٹھی کرجانا' میں پھینک دوں گی۔" یہ اس کی ماما کی خاص ہدایت تھی۔

ان فالتو چیزوں میں جو وہ ایک جگہ اکٹھی کررہی تھی' وہ بیگ بھی تھا جو ایک عرصے سے اس کی اٹیچی میں یوں ہی مڑا تڑا رکھا تھا۔ کپڑے کے اس بیگ پر کشمیری کڑھائی کی ہوئی تھی اور یہ بیگ اس کے بابا تھیا گلی سے اس کے لیے خرید کرلائے تھے۔

"ہائے یہ بیگ تو مجھے یاد ہی نہیں رہا تھا۔" اس نے بیگ نکال کر دیکھتے ہوئے سوچا۔ "یہاں لاہور میں تو سب اسے دیکھ کر اچھل ہی پڑیں۔" وہ بیگ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کی سلوٹیں نکالنے لگی۔ ہاتھ کے دباؤ کے نیچے اسے محسوس ہوا کہ بیگ کے اندر کچھ چیزیں رکھی ہیں۔ اس نے بیگ کی زپ کھولی اور اس کی نظروں کے سامنے ایک پرانا منظر گھوم گیا۔ ایبک کے گھر کی سیڑھیوں کی ہری ریلنگ سے لٹکا وہ شاپر جس میں کاغذ کی کترنیں بھری تھیں۔

"اف!" اس نے پیشانی پر ہاتھ مارا۔ "اس وقت سے اب تک یہیں رکھا ہے' میں اسے پھینکنا بھول ہی گئی۔" اس نے مڑا تڑا شاپر باہر نکالا اور اس میں موجود کترنوں کو مٹھی میں دبوچ کر دیکھنے لگی۔ ان کترنوں میں کچھ ایسا غیر معمولی تھا۔ جس نے اسے چونکا دیا تھا۔ یہ مختلف رنگوں کے کاغذوں کی کترنیں تھیں اور ہر کترن پر الفاظ درج تھے۔ رائنہ کو سب کام چھوڑ کر ان کترنوں کی طرف متوجہ ہونا پڑا تھا۔ تقریباً" ایک گھنٹے کی کوشش کے بعد وہ ہر رنگ کی کترنوں کو آپس میں جوڑے' ان پر لکھا ایک پورا پیغام پڑھنے میں مصروف تھی۔

☼ ☼ ☼

"میں نے تو تمہیں ہائی لینڈ گرل والی نظم صرف ورڈز ورتھ سے متعارف کرانے کے لیے سنائی تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ اس نظم کے الفاظ میری اور تمہاری کہانی بن جانے والے ہیں۔ میں یوں یہ جگہ چھوڑ جاؤں گا اور تم پہاڑوں کی باسی لڑکی ان ہی پہاڑوں میں بسی رہ جاؤ گی۔

زندگی ایک ایسی چیز ہے جس کے کل کے بارے میں آپ کوئی بھی اندازہ نہیں لگا سکتے۔ انسان کے ارادوں' مفروضوں اور منصوبوں کو شکست دینے میں زندگی اور وقت سے زیادہ باکمال سورما کوئی اور ہو نہیں سکتا۔

خیر میں تمہارے لیے یہ پیغام اس مشکل میں اس لیے چھوڑ کر جارہا ہوں کہ مجھے تمہیں پیغام دینے کا کوئی اور ذریعہ اور موقع مل نہیں پارہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ سیڑھیوں کی ریلنگ سے لٹکتے اس لفافے پر کسی اور کی نظر نہیں پڑے گی۔ پڑ بھی گئی تو اسے کوئی اہمیت نہیں دے گا۔ ہاں۔۔۔ مگر تم ہو جس کے لیے ہر غیر اہم چیز بھی بہت اہم ہوتی ہے اور تم ہی ہو جو پیغام رسانی کے اس انوکھے طریقے کو سمجھ بھی جاؤ گی۔

تم نے اتنے دنوں میں جب ہم ڈاک خانے والے راستے پر پتھروں پر بیٹھے جاتیں کررہے ہوتے تھے۔ مجھ سے کتنی ہی بار پوچھا کہ میں تمہارے لیے وہ سب کیوں کررہا تھا جو میں نے کیا۔ میں نے ہر بار تمہیں ہنس کر ٹال دیا۔ لیکن آج میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں تمہیں بتاؤں کہ جس روز میں نے تمہیں پہلی بار تاج چاچا کے اسٹور پر کھڑے دیکھا تھا۔ اسی روز میرے ذہن میں یہ خیال آیا تھا کہ مجھے کسی کو ایک اور قمر آرا بننے سے بچانا ہے۔

میں نہیں جانتا' مجھے یہ خیال کیوں آیا لیکن بعد میں سوچنے پر مجھے لگا۔ تم قمر آرا کی بیٹی ہو۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں' جو کچھ قمر آرا' ماضی میں کرتی رہیں' اس میں بھی تمہارا کوئی قصور نہیں تھا' مگر حالات کی چکی نے قمر آرا کو کم' تمہیں زیادہ اس بے قصوری کی سزا میں پیسا۔ تم نے زندگی کے ہر میدان میں صرف قمر آرا کی بیٹی ہونے کی وجہ سے مار کھائی۔

میں کوئی فرشتہ نہیں تھا سطوت سجاد! جیسا کہ تم اکثر



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مجھے کہتی تھیں۔ میں ایک عام اور معمولی سا انسان تھا جس کے دل میں خدا نے پہلے تو تمہاری ہمدردی کا جذبہ جگایا اور اس کے بعد۔۔۔

"ہاں مجھے آج اعتراف کرلینا چاہیے کہ اس کے بعد۔ مجھے تم سے محبت ہوگئی۔"

دنیا کا سب سے انوکھا پیغام پڑھتے پڑھتے رائنہ اس جملے پر آکر رک گئی تھی۔ "گناہ۔۔۔ وہ گناہ تھا۔ جو میں نے کیا۔ اس کے دل نے کہا تھا اور پھر آگے کی عبارت پڑھی۔

"اور اپنی محبت کے لیے' اپنی محبوبہ کے لیے تو انسان کچھ بھی کرتا ہے نا۔ میں بھی تمہارے لیے وہ سب اسی لیے کرتا تھا۔ کالج سے نکل کر ڈاک خانے والے راستے پر جانا اور گھنٹوں تمہیں پڑھاتے رہنا' اس لیے کہ مجھے یہ گوارا نہ تھا۔ تمہاری میڈم تمہیں سزا کے طور پر برآمدے میں کھڑا کردیں اور ہر دوسرا شخص تمہارا مذاق اڑاتا رہے۔

تاج چاچا کے اسٹور پر تاج چاچا ایک غیر مرد تمہیں باتیں سنائے' یہ مجھے گوارا نہ تھا۔ میں تمہیں ہر بری نظر' ہر بے ہودہ خیال سے بچالینا چاہتا تھا۔ چاہتا تھا تم میں اتنا اعتماد پیدا ہوجائے کہ تم دنیا میں کسی بھی طرح کے حالات اور انسان کا سامنا کرسکو۔"

میں جانتا ہوں کہ میرے اس بے اختیار جذبے اور عمل نے تمہیں بے خودی کی کیفیت عطا کردی۔ تم۔۔۔ تمہارے حالات اور تمہارے مسائل کیا تھے۔ تم خود فراموشی کے عالم میں گردوپیش سے بے خبر ہوتی چلی جارہی تھیں۔ لیکن مجھے ادراک تھا' میں جانتا تھا کہ اس سارے کی کسی کو ذرا سی بھنک بھی پڑجانے پر کیا طوفان اٹھ سکتا تھا اور جو خدشہ مجھے تھا ہوا بھی ویسا ہی۔

رائنہ۔۔۔ میری بچپن کی دوست کے ذرا سے تجسس نے چائے کی پیالی میں طوفان اٹھادیا۔ میں تمہیں بتانا نہیں چاہتا کہ میرے گھر والوں کو جب میری سرگرمیوں کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس کی وجہ کس کو قرار دیا اور میں تمہیں بتاؤں گا بھی نہیں۔ میرے یوں اچانک یہاں سے چلے جانے سے ہی تمہیں ایک ایسی نہ ختم ہونے والی تکلیف پہنچنے والی ہے کہ میں اس کے ساتھ کوئی اور تکلیف دہ بات نہیں جوڑنا چاہتا۔ کیونکہ میں نے خود پر لگنے والے اس الزام کی تردید بھی اسی لیے نہیں کی کہ اس کی وجہ سے تمہاری ذات سب کی اٹھنے والی انگلیوں سے بچ سکتی تھی اور میں' تمہاری ذات اور تمہارے نام کا ہی تو محافظ بننا چاہتا تھا۔

سو میری پیاری ہائی لینڈ گرل۔۔۔ محبت جس کو روز اول سے ایک جرم قرار دیا جاچکا ہے۔ میں اس جرم کا ارتکاب کرچکا ہوں اور اس کی پاداش میں مجھے کالے پانی کی سزا بھی سنائی جاچکی ہے۔ میں خاموش ہوں' احتجاج کرنے کے بجائے چپ چاپ اس سزا کو قبول کرچکا ہوں' کیونکہ میری چپ ٹوٹنے کی ذرا سی بے احتیاطی کے نتیجے میں کہیں تمہاری ذات نشانہ نہ بننے لگے۔

میں نہیں جانتا کہ زندگی میں کبھی تمہیں دیکھ بھی پاؤں گا یا نہیں۔ بہتر ہے نہ دیکھ پاؤں' کیونکہ میں اپنی نظروں میں تمہارے لیے صرف محبت اور احترام سموئے رکھنا چاہتا ہوں۔ اب جو تم کبھی سامنے آئیں تو ان نظروں میں شرمندگی اتر آئے گی اور یہ اٹھ بھی نہ پائیں گی۔

میری مانو۔۔۔ یہ پیغام پڑھ لینے کے بعد حقیقت سے نظر چرانے کے بجائے اسے قبول کرلینا۔ ایک خواب کے سحر میں زندگی گزارنے کے بجائے جو حقیقت ہے اسے مان لینا۔ تم تو میری بات آمنّا و صدّقنا کہہ کر مانتی ہونا۔ یہ بھی مان جاؤ گی' مجھے یقین ہے' مجھے یہ بھی یقین ہے کہ تم میرا یقین ٹوٹنے نہیں دوگی۔ اور کبھی دوبارہ ڈاک خانے والے راستے پر مجھے تلاش کرنے نکل نہیں جاؤ گی۔ کیونکہ ڈاک خانے کا راستہ وہم تھا اور میں صرف ایک خواب۔۔۔

☼ ☼ ☼

"میں جانتی ہوں' میں سب جانتی ہوں!" صالحہ نے اپنے سامنے بیٹھی رائنہ سے کہا تھا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میں اسی روز جان گئی تھی جس روز سطوت کے گھر کے دروازے کی کنڈی کھول کر اندر داخل ہو گئی تھی۔ اس روز مزید جان گئی تھی جب برسوں پہلے گھر سے رات گئے استری اٹھ جانے کا عقدہ کھلا تھا اور جانتی ہو' اس دن کے بعد سے آج تک میں مسلسل ایک احساس جرم میں گرفتار ہوں۔ میں نے گمان کا ارتکاب کیا۔ میں بدظنی کا شکار ہوئی اور میں نے اپنے ہی بیٹے کو ناکردہ گناہ کی سزا دے ڈالی۔"

"میرا اپنا یہ ہی حال ہے آنٹی! اور جب سے مجھے پتا چلا ہے میں ڈیڈی کے پیچھے پڑی تھی کہ مجھے آپ کے پاس لے جائیں۔ انجانے میں مجھ سے بہت بڑا گناہ ہو گیا ہے آنٹی۔" رائنہ بے قراری سے بولی۔

"سطوت کے گھر جا کر دیکھو رائنہ! ایبک کے مانیٹر پر اس کی تصویر روشن رکھتی ہے وہ۔ ایبک کی کتابوں کو حرز جاں بنا کر رکھا ہوا ہے اس نے۔ میں اس لڑکی کو دیکھتی ہوں اور میرا دل ایک شکنجے میں آجاتا ہے۔ اس کی تو دنیا ہی وہ ہو گا جسے میں نے اس کی ماں کا شکار جان کر غیض و غضب کے عالم میں یہاں سے دور بھیج دیا۔" صالحہ کے لہجے میں دکھ تھا اور تڑپ بھی۔

"جو میں نے پڑھا ہے آنٹی! کاش وہ میں اس روز سیڑھیوں کی ریلنگ سے اتار کر نہ لے جاتی۔ کاش اس پر میری نظر نہ پڑی ہوتی' تو پھر بھی شاید ان گزرے وقتوں میں سطوت کے پاس جینے کے لیے کوئی ایسا احساس باقی رہ گیا ہوتا جو اسے زندگی جینے کا حوصلہ دیے رکھتا۔" رائنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

"میرے بیٹے کے معصوم جذبات' کھرے اور سچے احساسات۔" صالحہ نے روتے ہوئے افسوس سے سر ہلایا۔ "کیسا کیسا دل نہ دکھا ہو گا اس کا' جب میں نے اس پر قمر آرا کے جال میں پھنس جانے کا الزام لگایا ہو گا۔ میں نے ماں ہو کر اس کو اتنا ہلکا کیسے جان لیا کہ اسے رشتوں اور عمروں کے احترام سے باغی قرار دے دیا۔"

"آپ کی آنکھوں پر قمر آرا سے بدگمانی کی پٹی چڑھی تھی آنٹی! آپ نے ادھوری بات سن کر پوری کہانی مرتب کر لی۔ آپ کے پاس تو پھر کوئی جواز تھا' میرے پاس کیا جواز تھا۔ ڈیزی کے پھولوں کی ایک جھلک اور ایبک کا اپنے معمول سے ذرا ہٹ جانا' میں کون ہوتی تھی تجسس میں پڑ کر اس کا پردہ توڑنے والی۔" وہ ٹھیک ہی مجھ سے ناراض تھا۔ وہ ٹھیک ہی مجھ سے ناراض ہے۔"

اس کا دل خلش میں مبتلا ہو گیا تھا۔

"میں نے اس کا محبت میں بسا دل توڑ دیا۔ دوست کبھی میرے جیسے بھی ہوتے ہیں۔ اب تو ایبک کیا میں خود کو بھی معاف نہ کر سکوں گی۔"

اسے خود سے نفرت محسوس ہو رہی تھی اور سامنے بیٹھ کر کاغذ کے رنگ دار ٹکڑے میز پر جوڑے ان پر لکھے اس انوکھے پیغام کو پڑھتی صالحہ کی آنکھیں دھندلانے لگی تھیں۔

رائنہ نے ایک اداس نظر ان پر ڈالی اور پھر انہیں خدا حافظ کہہ کر چل دی۔

☼ ☼ ☼

وہ اپنے گھر کی دہلیز پر نیلے رنگ کے روغن شدہ لکڑی کے پرانے دروازے کے کواڑ سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔ اس کی سیاہ شال نے اس کے چہرے کے گرد ہالا بنا رکھا تھا اور اس کی آنکھوں میں حیرت ٹھہر چکی تھی۔ بالائی منزل کی سیڑھیاں اتر کر کوئی نیچے آرہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہ رائنہ تھی۔ ایبک کی دوست جس پر اسے ہمیشہ رشک آتا تھا اور شاید عمر بھر آتا رہتا تھا۔ نہ جانے کس خیال کے تحت وہ رائنہ کی طرف دیکھ کر مسکرا دی۔ اس کی مسکراہٹ کا رنگ دوستانہ تھا۔

زندگی میں انسان پر ایک وقت ایسا بھی آتا ہے' جب دل تمام گلوں' شکووں' رشک' حسد' نفرت' ناپسندیدگی جیسے احساسات سے ماورا ہو جاتا ہے۔ سطوت پر بھی ایسا ہی وقت آچکا تھا۔ ایسا ہی وقت ہوتا ہے جب آپ کے دشمن بھی ولی بن جاتے ہیں۔ جب ہی تو اس کی مسکراہٹ کے جواب میں رائنہ خود سے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پہلی بار اس کی طرف بڑھی تھی۔

"آئی ایم ایکسٹریملی سوری سطوت!" اس نے جھک کر سطوت کے گھٹنوں کو ہاتھ لگایا تھا۔ "میں نے انجانے میں تمہارا بہت بڑا نقصان کردیا۔" سطوت نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ اس کی نظروں میں کب سے ٹھہری حیرت بڑھنے لگی۔

"ہوسکے تو مجھے معاف کردینا۔" رائنہ نے اس کی حیرت بھری نظروں میں جھانکتے ہوئے کہا تھا اور مڑ کر گیٹ کی طرف چل دی تھی۔

"اس بے چاری نے تو میرا ایسا کچھ نہیں بگاڑا۔" سطوت اسے جاتے ہوئے دیکھ کر سوچ رہی تھی۔ "پھر یہ کس بات کی معافی مانگ کر گئی ہے۔" اس کی بالکل بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔

☼ ☼ ☼

پھر اس کے بعد صالحہ آنٹی تھیں جو اسے ڈیزی کے پھول چننے پر لگادیتیں۔ اسے ان پھولوں کے ہار پرونے کو کہتیں اور فرمائش کرتیں کہ وہ ڈیزی کے ہار گلے میں پہن کر اور سر پر سجا کر انہیں وہی نظمیں سنائے جو اس روز وہ ڈاک خانے والے راستے پر بیٹھی گنگنا رہی تھی۔

"آپ کو بھی ورڈزورتھ پسند ہے۔" وہ ان نظموں کی لائنیں سناتے ہوئے حیرت سے ان سے پوچھتی تھی اور وہ جواب دینے کے بجائے اس سے سوال کرتیں۔

"یہ تو بتاؤ، تمہیں اتنی مشکل انگلش اتنے صحیح تلفظ کے ساتھ کس نے بولنا سکھائی۔"

☼ ☼ ☼

چند دن بعد جب وادی میں بہار اپنے پورے جوبن پر اتر آئی تھی، ظفر اور معاذ، صالحہ سے ملنے آئے تھے۔

"آپ کے گھر کا منظر وہی ہے جو ہونا چاہیے تھا آنٹی!" معاذ نے دھلے کپڑے الگنی پر ڈالتی سطوت کو دیکھتے ہوئے صالحہ سے کہا تھا۔ "مگر افسوس کہانی کا مرکزی کردار غائب ہے۔"

"مطلب یہ ہوا کہ وہ جو سنتے آئے تھے کہ شک اور بدگمانی، انسانی زندگیوں اور ان کی محبتوں کو یکسر بدل ڈالتی ہیں، وہ بالکل درست تھا۔" ظفر کے لہجے میں افسردگی تھی اور صالحہ کے چہرے کی پشیمانی بڑھتی چلی جارہی تھی۔

"مجھے اور ظفر کو اس نے جانے سے پہلے ساری حقیقت بتادی تھی، لیکن آپ کو بتانے سے منع کردیا تھا۔" معاذ نے صالحہ سے کہا۔

"کیوں... کیوں منع کیا تھا اس نے؟" وہ تڑپ کر بولیں۔

"اسے آپ پر رنج تھا۔ آپ نے اسے صفائی کا ذرا سا بھی موقع دیے بغیر اپنا فیصلہ سنادیا تھا۔ اسے آپ سے اس رویے کی توقع نہیں تھی۔ اس کا دل زخمی ہوچکا تھا اور شاید اس گھر سے ہمیشہ کے لیے اٹھ بھی گیا تھا۔" ظفر کے دل میں اپنے دوست کی بے بسی کا دکھ بسا تھا۔

"میں نے بہت غلط کیا۔" صالحہ کہہ رہی تھیں۔ "ساری عمر کی بدگمانی کی پٹی نے اپنی گرہ میری آنکھوں پر ایسی سخت باندھ رکھی تھی کہ میں اسے اتار سکی، نہ ہی اس کے پار دیکھ سکی۔ اپنے بیٹے کے بے مثال کردار پر شک کے چھینٹے میں نے اپنی زبان سے ڈالے۔ میں جس نے خود اپنے ہاتھوں اس کے کردار کی تعمیر کی تھی۔"

پھر انہوں نے ان دونوں کی طرف باری باری دیکھا۔ "کیا کوئی صورت ہوسکتی ہے کہ وہ مجھے میری بدگمانی پر معاف کردے۔"

☼ ☼ ☼

"ماما! سنا ہے کہ قمر آرا کی بیٹی سطوت آپ کے ساتھ رہ رہی ہے اور وہ بھی ہمارے گھر میں..." صالحہ نے فون کے چونگے پر ابھرتی اورنگ زیب کی آواز سنی اور سامنے بیٹھی سطوت کی طرف دیکھا جو سلائی مشین سامنے رکھے ان کی قمیص سی رہی تھی۔

"ہمارا نہیں، یہ اس کا بھی گھر ہے۔" انہوں نے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پرسکون لہجے میں جواب دیا "اور ہاں قمر آرا نہیں چچی قمر آرا کہا کرو۔ وہ تمہاری عمر کی تو نہیں تھی جو ایسے بے جھجک نام لیتے ہو۔"

"واہ۔۔۔ آپ تو بہت مہربان ہو گئیں، نچلی منزل والوں پر۔۔۔" اورنگ زیب کے لہجے میں تمسخر جھلکا۔

"خیر" پھر وہ اصل بات پر آتے ہوئے بولا۔ "اب تو آپ اس لڑکی سے بات کر کے وہ گھر بیچ سکتی ہیں نا!" وہ قریب کھڑی مریم کو ایک آنکھ دبا کر دیکھتے ہوئے بولا۔

"اب یہ گھر بسے گا، بکے گا نہیں۔" اورنگ زیب کی ماں نے اسے اس سے پہلے اتنا حیران کبھی نہیں کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ہم نے بچپن میں ایک ساتھ ایک خواب دیکھا تھا، ہمارا لڑکپن اس خواب کو تعبیر میں ڈھالنے کے لیے وسائل جمع کرتے گزرا اور ہماری جوانی کا آغاز اس کی تعبیر پر کام کرنے سے ہوا، خواب سچا ثابت ہو سکتا تھا۔ تعبیر میں ڈھل سکتا تھا، لیکن اس سے پہلے ہی ہم ادھر ادھر بکھر گئے۔ خواب کا ڈھانچہ وہیں میرے گھر کے گیراج میں پڑا رہ گیا۔"

ایبک، ظفر کی ای میل پڑھ رہا تھا۔

"سمجھ تو تم گئے ہو گے۔" ہاں وہی گاڑی جسے مکمل کرنے کے بعد ہم شمسی توانائی کے ذریعے چلانے والے تھے۔"

ایبک کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑی۔

"گزرے کل پر نظر ڈالو تو ہنسی آتی ہے۔ دو عدد کنٹرولرز، چار جائرو اسکوپ ایک کمپیوٹر اگلو تھم۔۔۔ ہاہا۔۔۔ ہمارا فارمولا اور تکنیک ایک چھوٹا موٹا موٹر بائیک تو بنا سکتی تھی۔ مگر میرے ابا کی پرانی گاڑی کو شمسی توانائی سے چلنے کے قابل کہاں بنا سکتی تھی۔"

وہ پڑھتے پڑھتے رک کر ہنسا۔

"مگر کل گزر چکا۔" اگلی لائن سکرول کرنے پر لیپ ٹاپ اسکرین پر روشن ہوئی۔ "اور ہم سب اب آج میں موجود ہیں۔ ہم چاروں کا آج جو گزرے کل سے بہت آگے آ چکا ہے۔ میں مکینیکل انجینئر، معاذ آٹو موبائل انجینئر اور خود تم طبیعات کے ایسے ماہر بن کے سامنے آئے ہو جو آٹو موٹیو انڈسٹری میں کام کر رہا ہے۔ شمسی توانائی سے چلنے والی کار بنانے کی مہم میں شریک ہماری چوتھی ساتھی رائنہ گھروں کی اندرونی سجاوٹ کا فن سیکھ چکی ہے۔ ذرا سوچو۔"

اس سے آگے ظفر نے ایک ایسی شکل بنائی تھی جس کو دیکھتے ہی سنجیدہ سوچ کا خیال آتا تھا۔

"کیا یہ عمر، تعلیم اور تھوڑا بہت تجربہ بچپن میں دیکھے اس خواب کو پورا کرنے کے لیے کافی نہیں۔ کیا ہم اب اس ادھورے ڈھانچے کو مکمل کرنے کے لیے بہتر حیثیت میں نہیں ہیں۔ ہمارے پاس پہلے سے زیادہ علم، استطاعت اور سرمایہ ہے۔ اگر ذرا سوچنے کے بعد میری بات دل کو لگے تو میں تمہاری واپسی کی تاریخ کی اطلاع کا منتظر رہوں گا۔"

اس نے لمبا سانس کھینچتے ہوئے ظفر کی میل سے نظر ہٹائی اور اپنے فون پر بجتی اس کال کی گھنٹی کی طرف متوجہ ہوا جو واٹس ایپ کے ذریعے اسے کی جا رہی تھی۔ اس نے فون آن کر کے کان سے لگایا۔ دوسری طرف اس کے بچپن کا دوسرا دوست معاذ تھا۔

"میں پچھلے دنوں گھر گیا تو صالحہ آنٹی سے بھی ملنے چلا گیا۔" وہ کہہ رہا تھا۔ "یار! میں تو انہیں دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وہ کتنی بوڑھی، کمزور اور تنہا ہو چکی ہیں۔"

ایبک کے دل نے ایک دھڑکن چھوڑ دی۔

"اورنگ زیب بھائی نے کراچی چلے جانے کے بعد پلٹ کر ان کی خبر تک نہیں لی۔ یار! مائیں اپنے بچوں کو پال پوس کر اس لیے تو بڑا نہیں کرتیں کہ وہ انہیں تنہا چھوڑ کر دور دیس جا بسیں۔"

اس کا دل بھر آنے لگا۔

"میں جانتا ہوں ایبک! تمہیں صالحہ آنٹی پر رنج ہے۔ دل میں گلہ بھی ہو گا، شکایتیں بھی ہوں گی، مگر میرے دوست، ماؤں سے کیسے گلے اور کہاں کی شکایتیں، بڑے ہونے پر کہیں بھی چلے جاؤ، کچھ بھی بن جاؤ، پوری دنیا میں ایک ہی تو دل ہوتا ہے جو ہمارے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لیے بے لوث اور پرخلوص دعائیں کرتا نہیں تھکتا اور وہ ہماری ماؤں کا دل ہوتا ہے یار... ماؤں سے ناراض ہو کر خود سکون سے کیسے رہ سکتے ہیں۔ وہ بھی تمہارے جیسے بیٹے۔"

معاذ کہہ رہا تھا اور ایک سن رہا تھا۔ اس کے وجود کے اندر ہی کہیں اس کے آنسو بکھر رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

سوکھی سرخ ثابت مرچیں برآمدے میں بچھے کپڑے پر بکھری تھیں اور وہ فرش پر بیٹھی ان کی خشک ڈنڈیاں توڑ رہی تھی۔ یوں ہی کام میں مگن اپنے خیالوں میں گم اس نے پل بھر کو سر اٹھا کر دیکھا تھا اور اس کی نظریں جیسے خلا ہی میں ساکت رہ گئی تھیں۔

"اور جو صالحہ آنٹی کو کبھی پتا چل جائے کہ میں ان کے بیٹے کے سحر میں اتنی بری طرح گرفتار ہوں کہ دن کے چوبیس گھنٹوں میں کوئی دس ایک بار تو وہ مجھے اپنے سامنے کھڑا نظر آتا ہے اور پھر میں اس التباس کو تکتی ہی چلی جاتی ہوں تو وہ کیا سوچیں گی۔ انہیں کتنا برا لگے گا۔" اس نے سوچا تھا۔ "جب ہی تو وہ مجھے ٹوکتی رہتی ہیں کہ تم گھنٹوں بیٹھی خلا میں کیا دیکھتی رہتی ہو۔"

مرچیں اس کی گرفت سے نکل کر واپس کپڑے پر جا لڑھکیں۔ اس نے سر جھٹک کر دھیان ہٹانا چاہا۔ لیکن اس کا التباس ضدی تھا اور اتنا زور آور کہ نظروں کے سامنے سے ہٹنے کے بجائے تیز قدموں سے اسی کی طرف چل رہا تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر وہ اس کے سر کی طرف جھک گیا تھا۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹی۔

"کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ میں تمہیں خواب میں نہ دیکھوں۔" وہ اس پر جھکا کہہ رہا تھا۔ "مگر یہ کیسا خواب ہے' انوکھا اور ناقابل یقین۔ تم میرے گھر میں یوں بیٹھی ہو جیسے یہ تمہاری ہی تو ملکیت ہو۔" وہ اس پر جھکا جیسے خود فراموشی کے انداز میں کہہ رہا تھا۔

"بھاگ جاؤ ہائی لینڈ گرل' بھاگ جاؤ یہاں سے' کیونکہ اگر تم یوں ہی خواب بنی یہاں بیٹھی رہیں تو میں یہاں رک نہ پاؤں گا۔ بھاگ جاؤ پلیز... مجھے میری ماں


ماہنامہ کرن

دسمبر 2016 کا شمارہ شائع ہو گیا

اس شمارے کے ساتھ کرن کیلنڈر

"شفیع الوریٰ خاتم الانبیاء ﷺ"

کرن کے شمارے کے ساتھ خوبصورت مفت پوسٹر ہدیہ ہے

- اداکار "گوہر ممتاز" سے شاہین رشید کی ملاقات،
- "آواز کی دنیا سے" اس ماہ مہمان ہیں "مرزا ہمایوں"
- اداکارہ "ایمن خان" کہتی ہیں "میری بھی سنیے"،
- اس ماہ "کنیز فاطمہ" کے "مقابل ہے آئینہ"
- "من مورکھ کی بات نہ مانو" آسیہ مرزا کا سلسلے وار ناول،
- "راپنزل" تنزیلہ ریاض کا سلسلے وار ناول،
- "گل گہسار" فرح بخاری کا مکمل ناول،
- "دل تیری اسیری کا بہانہ ڈھونڈے" صدف آصف کا مکمل ناول،
- "عشق والا لو" سباس گل کا دلچسپ ناولٹ،
- "سچائی کی منزل" ملیحہ راشد کا دلچسپ ناولٹ،
- "بخت جاگ اُٹھے" حمیرا نوشین کا ناولٹ،
- "اُمید صبح بہار رکھنا" شبانہ شوکت کا ناولٹ،
- نظیر فاطمہ، صائمہ اقبال اور کنیز فاطمہ کے افسانے اور مستقل سلسلے





WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کی خاطر یہاں رہنا ہے۔ میں دل کے سب شکوے بھلا کر دور دیس سے چلتا ان ہی کے لیے تو یہاں آیا ہوں۔"

سطوت نے نظر چراتے ہوئے اوپر دیکھا۔ وہ اب تک اس کی طرف جھکا ہوا تھا۔ اس بار شاید وہ التباس جن بن کر اسے چمٹنے کو آیا تھا۔

"ڈنڈیاں توڑ لیں سطوت!" سامنے والے کمرے سے صالحہ کی آواز سنائی دی۔ "ٹوٹ گئی ہیں تو یہ کپڑا لو اور مرچیں اس میں باندھ دو۔ کمپنی سے ملازم آتا ہے تو چکی پر بھیج کر پسوالیں گے۔"

وہ اپنے دھیان میں بولتی، کمرے کا جالی دار دروازہ کھول کر باہر نکلی تھیں اور نظر اٹھا کر دیکھنے پر ساکت ہو گئی تھیں۔ جیسے وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی اپنی جگہ پر ساکت وجود تھے۔

☼ ☼ ☼

"سنا ہے آپ ایبک کی شادی چچی قمر آرا کی بیٹی سطوت سے کر رہی ہیں۔" اورنگ زیب فون کا چونگا کان سے لگائے پوچھ رہا تھا۔ اس کی آواز میں بے یقینی تھی۔

"ہاں ٹھیک سنا تم نے۔" صالحہ نے شادی کے کارڈ سے بندھی سرخ اور سنہری ڈوری کستے ہوئے جواب دیا اور اپنے کان اور کندھے کے درمیان دیا ریسیور نکال کر ہاتھ میں پکڑتے ہوئے سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔

"اب شادی کے کاموں کے لیے تو میں نے رضوان کو خاص طور سے بلا کر گھر ہی میں رکھ لیا ہے، تاکہ میرا کام بھی ہوتا رہے اور تمہیں پل پل کی خبر بھی پہنچتی رہے اور کسی کو یہاں اتنی فرصت ہی کہاں ہے کہ تمہیں یہاں کی تفصیلات بتا سکے۔"

"ایبک واپس آگیا۔ دنیا کی سب سے ناممکن شادی طے ہو گئی، کارڈ تک چھپ گئے اور مجھے آپ نے بتانا تک گوارا نہ کیا۔" اورنگ زیب جواب تک یقین اور بے یقینی کی کیفیت میں مبتلا تھا۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"ہاں تمہیں نہیں بتایا۔" وہ لاپروائی سے بولیں۔ "میں نے سوچا مہذب شہروں سے دور۔۔۔ اس غیر ترقی یافتہ دور افتادہ بستی میں ہونے والی ایک معمولی سی روایتی شادی میں تمہیں اور تمہاری بیوی کو کہاں دلچسپی ہوگی۔ میں بتاؤں، تم دلچسپی نہ لو، میں بلاؤں تم شادی میں شرکت کرنے نہ آؤ تو میرا دل بہت برا ہو جائے گا۔ اسی لیے نہیں بتایا۔"

وہ صاف گوئی سے بولیں اور ترقی یافتہ مہذب شہر میں بیٹھے پہاڑوں کے باسی اورنگ زیب کا دل چاہا اسی وقت سب پابندیاں توڑ کر واپس اس بستی میں پہنچ جائے جہاں سرما میں برف گرتی تھی اور بہار میں ڈیزی کے پھول اگتے تھے۔

☼ ☼ ☼

"کیسی کیسی طویل بحثیں کیا کرتے تھے ہم سب معجزے رونما ہونے کے بارے میں۔۔۔" معاذ نے گاڑی کے پہیوں پر نئے وہیل کپ چڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

"یاد ہے۔۔۔" گاڑی کے نچلے حصے میں مرمت کا کوئی کام کرتے ایبک نے جواب دیا تھا۔ "تاریک راتوں میں شمعیں روشن کر کے روحوں کو بلاتے تھے اور ان سے پوچھتے تھے کہ اگر معجزے رونما ہوتے ہیں تو کیا کبھی ہماری گاڑی بھی بن جائے گی۔" وہ لیٹے لیٹے باہر کو کھسکا اور اٹھ کر کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر گریس کے داغ لگ چکے تھے۔

"بیٹا! اگر سطوت کے ساتھ تمہاری شادی ہو جانے کا معجزہ رونما ہو سکتا ہے تو پھر اس گاڑی کا بننا اور چلنا کون سا مشکل کام ہے۔"

ظفر نے منہ میں دبا پیچ کس نکال کر ٹول باکس میں رکھتے ہوئے کہا اور رائنہ کے قریب کھڑی سطوت کی طرف دیکھا۔ جس کے ہاتھوں پر حنائی پھول سجے تھے اور سر پر کرن لگا گلابی دوپٹا تھا۔

"یاد کرو وہ دن جب سیڑھیوں کی ریلنگ کے ساتھ دنیا کے انوکھے ترین پیغام کو پتنگ کی ڈور سے باندھ کر



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

فرار ہوئے تھے تم۔" رائنہ نے مسکرا کر کہا۔ "اگر اس روز میں کاغذ کی وہ کترنیں اپنے ساتھ نہ لے جاتی اور وہ سطوت کے ہاتھ لگ جاتا تو کیا معلوم سطوت تم سے مایوس ہو کر اپنے ماموں کے پاس ہی جا چکی ہوتی۔ کیوں سطوت؟"

اس نے سطوت کی طرف دیکھا جو اس کی بات سن کر مسکرا رہی تھی اور مسکراتے ہوئے ایبک کی طرف دیکھ رہی تھی اور ایبک نے بھی اسی لمحہ اس کی طرف دیکھا تھا۔ سطوت کی بھوری مائل سنہری آنکھوں سے سورج کی کرنیں ٹکرا رہی تھیں اور سورج کی ان کرنوں سے منعکس ہو کر وہ اور بھی سنہری نظر آنے لگی تھیں۔

"ہاں یہ معجزہ ہی تو ہے۔" دونوں کی نظریں ایک دوسرے سے کہہ رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"Here We Go"

فضا میں معاذ کی بلند آواز گونجی تھی اور ایک ننھے سے ہجوم کی شکل میں کھڑے لوگوں کی تمام تر توجہ معاذ کی آواز کی طرف مبذول ہو گئی تھی۔ اس ہجوم میں بچے، بڑے اور بوڑھے سب شامل تھے۔ معاذ، ایبک، رائنہ اور ظفر کے گھر والوں سمیت ان کے اسکول کالج کے اساتذہ اس چھوٹی سی بستی کے اکثر مکین اس علاقے سے نئی نئی نشریات شروع کرنے والے ایف ایم ریڈیو کا عملہ، چند نجی ٹی وی چینلز کے نمائندے اور علاقے کے عوامی نمائندے۔

ڈرائیونگ سیٹ پر معاذ تھا اور ایبک اس کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ ظفر اور رائنہ گاڑی کی کھلی چھت سے سر باہر نکالے کھڑے تھے۔ ایک جھٹکے سے گاڑی اسٹارٹ ہوئی اور ایک زوردار آواز نکالتے ہوئے اس چھوٹے سے میدان کے اندر چکر لگانے لگی۔ ہجوم سے تالیوں اور سیٹیوں کی آواز بلند ہوئی اور بچوں کے ہاتھوں سے چھوڑے رنگ برنگ غبارے غبارے فضا میں بلند ہوئے۔ شمسی توانائی سے چلائی جانے والی گاڑی کا پہلا تجربہ کامیاب رہا تھا اور ان چاروں کا پرانا خواب حقیقت میں ڈھل کر سب کے سامنے آ چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

"محبت اگر ایک جزیرہ ہے تو میں اپنی پوری عمر اس جزیرے میں گزارنے کو تیار ہوں۔" ایبک نے ڈاک خانے والے راستے کی طرف مڑتے ہوئے کہا تھا۔

"اور محبت اگر ایک خواب ہے تو میں تا عمر آنکھیں موندے یہ خواب دیکھنے کو تیار ہوں۔" ایبک کے ساتھ چلتی سطوت مسکرا کر بولی تھی۔ اس کی آواز میں اور اس کی چال میں جو اعتماد اس روز تھا، وہ ڈاک خانے کی طرف جانے والے راستے نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

"میری سویٹ ہائی لینڈ گرل! شاید میں اس خواب جزیرے میں، جس کا نام محبت ہے میں رہنے کے لیے ہی تو واپس لوٹ آیا ہوں۔" ایبک نے پیار سے سطوت کی ناک کو چھوتے ہوئے کہا اور پھر اپنی نظروں کے سامنے اوپر جاتے راستے کو دیکھنے لگا۔

"چلو اپنے اپنے خواب جزیرے کی طرف جانے والے راستے کو ڈیزی کے پھولوں سے، اپنی ہنسی کی آوازوں سے اور تمہاری آنکھوں میں جلتی خوشی اور سکون کی جوت سے سجاتے ہیں۔"

اس نے سطوت کا ہاتھ تھاما اور وہ اپنی محبت کے رازدار اس راستے پر چل دیے جہاں کوئی دوسرا کم ہی جاتا نظر آتا تھا۔

visit for more novels:
www.urdunovelbank.com



WWW.PAKSOCIETY.COM
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY